سرگوشیاں

غزلیں، نظمیں

اِندرا شبنم

سرگوشیاں

غزلیں

اندرا شبنم

Sargoshiyan
Ghazlaein
By
Indira 'Shabnam'

● ناشر :

اندرا شبنم

B-9، میور اپارٹمنٹ،

1100، شیواجی نگر، ماڈل کالونی

پونے 411 016

© اندرا شبنم

اشاعت اوّل: جنوری ۲۰۰۳ (ہندی میں)

اشاعت ثانی: نومبر ۲۰۰۴ (اردو میں)

قیمت: -/75 روپے

زیر اہتمام: اسباق پبلی کیشنز، پونے (سلسلۂ مطبوعات: ۵۰)

طباعت: پربھات پرنٹنگ ورکس، پونے

اردو کتابت و سرورق:

مدنی گرافکس، پونے۔ فون: 26122855

تعارف

نام : اِندرا پوناوالا (شہداد پوری)

عرفیت : جاننے والوں میں "اِندو" کے نام سے مشہور ہیں

تخلص : شبنمؔ

پیدائش : ۲۴ر نومبر۔ بمقام کراچی (سندھ)

تعلیم : بی.اے، بی. ایڈ، ساہتیہ رتن سینئر سند (ہندی)

مطبوعہ تصانیف :
- ❖ شبنمی قطرہ (غزلیں، آزاد نظمیں) سندھی
- ❖ عبادت (کہانیوں کا مجموعہ) ہندی، سندھی
- ❖ سلن جو سکھ (مجموعۂ کلام) سندھی
- ❖ تصویریں (آزاد نظمیں) ہندی
- ❖ سرگوشیاں (غزلوں کا مجموعہ) ہندی
- ❖ سلسلے (آزاد نظمیں) ہندی
- ❖ سرگوشیاں (غزلوں کا مجموعہ) اُردو

دیگر مصروفیات :
- ❖ ٹی وی اور ریڈیو پر پروگرام۔
- ❖ سندھی، ہندی، مراٹھی اور اردو میں نثر نگاری اور مشاعروں میں شرکت۔
- ❖ بھوپال، ممبئی، رائے پور، دلی اور دیگر شہروں میں سندھی، ہندی، مراٹھی اور اردو مشاعروں اور افسانہ خوانی کی نشستوں میں شرکت۔
- ❖ تقریباً تمام ادبی رسالوں میں چاروں زبانوں میں تخلیقات چھپتی رہتی ہیں۔

آئندہ تخلیقات : ناول، غزلیں، نظمیں (سندھی اور مراٹھی میں)، ہندی (مجموعۂ کلام)۔

مشاغل :

- ❖ اٹھائیس سال تک معلّمہ۔ایک سال تک اریوڈا جیل کی لیڈیز وارڈ کی وارڈن۔
- ❖ ایک سال تک محکمہ رُورَل پولیس میں مجرموں کی چھان بین۔
- ❖ ایس ایس وائی یوگا کی ہیڈ مسٹریس اور منتظمہ
- ❖ ریکی ماسٹر
- ❖ روحانی معالجہ

قابلِ ذکر انعامات :

- ❖ دلی سندھی اکیڈمی سے سندھی زبان میں مجموعہ کلام "شبنمی قطرہ" پر اکیس ہزار روپے کا اِنعام۔
- ❖ ہماچل پردیش سے "عبادت" ہندی کتاب پر انعام۔
- ❖ بروڈا (گجرات) این. سی. پی. ایس. ایل کی طرف سے سندھی کہانیوں کے مجموعے 'عبادت' پر بیس ہزار روپے کا انعام۔
- ❖ کولہاپور اَدھیویشن میں ہندی ادب میں خدمات کیلئے A.I.P.C. کی جانب سے ایک ہزار روپے، شال، توصیفی سند، مومنٹو دے کر اعزاز کیا گیا۔
- ❖ دہلی ساہتیہ اکادمی سے 'ویرانگنا ساوتری بائی پھلے' ایوارڈ سے نوازا گیا۔
- ❖ ہندی مجموعہ کلام 'سلسلے' پر "مہادیوی ورما" ایوارڈ سے نوازا گیا۔
- ❖ اسکولوں اور کالجوں کی نصابی کتابوں میں آپ کی تخلیقات شامل ہیں۔

رابطہ : 1100، ماڈل کالونی، B - 9، 'میور بن' اپارٹمنٹ، شیواجی نگر، پونے 016 411

فون نمبر: 25671039, 25652825

□□□

قلمکار کے قلم سے ......

اندرا شبنم

ہندی مجموعۂ کلام ''تصویریں'' کی دسمبر ۲۰۰۲ء میں اشاعت سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے ہی غزلوں کا مجموعہ پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ غزلوں کی کتاب ہی پہلے چھپنے والی تھی ...... پریس میں تھی...... نہ جانے کیا سوجھا، مزید غزلیں اس میں جمع کرنے کی للک میں، 'غزلیں' رہ گئیں ...... 'تصویریں' چھپ گئی۔ چلو! ہر چیز کا ایک وقت معین ہے! میں اس بات کی قائل ہوں۔

چند مہکتے پھول، چبھتے کانٹے لے کر سرگوشیاں کرتی ہوئی گنگناتی میری یہ غزلیں آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔

غزل گوئی کا فن میں نے ۱۹۸۶ء میں سندھی شاعر سدا حیات محترم نارائن شیام جی سے سیکھا۔ سندھی زبان میں ۱۹۹۱ء میں 'شبنمی قطرہ' منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کو دہلی اکیڈمی کی جانب سے ۱۹۹۵ء میں انعام ملا۔

اس کے بعد 'سلن جو سکھ' سندھی میں آزاد نظموں پر مشتمل مجموعہ کلام۔ اس کے بعد میرا قلم کہانیوں کی سمت مڑ گیا اور 'عبادت' (سندھی ہندی) ۲۰۰۰ء میں چھپی۔ چاہنے والوں نے مجھے کہانی کار کے طور پر بھی پسند کیا۔ ہندی دنیا نے نہ صرف یہ کہ کہانیوں کے مجموعے 'عبادت' کو سراہا بلکہ ہماچل پردیش اکیڈمی کی جانب سے انعام سے بھی نوازا گیا۔

اس کے بعد ہندی زبان کو ہندی میں کہانیوں کا مجموعہ 'تصویریں' دیا۔ جس کا استقبال بھی ہندی والوں نے دل سے کیا۔ ڈاکٹر شری آنند پرکاش دکشت، ڈاکٹر دامودر کھڑسے جی نے 'تصویریں' پر تقاریظ لکھ کر دیں، اپنا بیش قیمت وقت عطا کیا۔ پونہ کی ڈاکٹر سندھو بھینگار کر جی، ڈاکٹر پدم جا گھور پڑے، شری ایس ایم شہا جی، کوی ورویاس جی نے اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔

کہانیوں کے مجموعے 'تصویریں' پر پورے بھارت کے دانشوروں ادیبوں نے تہنیت نامے بھیجے۔ ان سب کا میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔

اب بات کرتے ہیں غزلوں کی۔ سندھی میں غزل گوئی کا فن چار سال کی محنتِ شاقہ کے بعد شری نارائن شیام جی سے سیکھا۔ ان کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد والد جیسے محترم ہری دلگیر، ان کے بعد شری ارجن حاسدؔ، شری واسودیو نرمل جی سے مشورۂ سخن کرتی رہی۔

ہندی، اردو، مراٹھی غزلیں بھی لکھتی ہی رہی۔ مختلف زبانوں کے غزل گو حضرات سے تعلقات بنائے رکھے اور وقتاً فوقتاً اصلاح لیتی رہی۔

اردو کے بزرگ شاعر محترم نذیرؔ فتح پوری (پونہ) اور محترم شمس رمزی (دہلی) میرے استاد غزل گوئی میں رہنمائی کرتے رہے۔ مراٹھی غزلوں کے بادشاہ شری سریش ناڈکرنی، شری گھنشیام ڈھینڈرے جی نے بھی کافی تعاون کیا۔

ان تمام سندھی، ہندی، اردو، مراٹھی کے شاعروں کی سرپرستی، رہنمائی سے غزلوں کی یہ کتاب "سرگوشیاں" آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

میں اپنے شوہر، دونوں بچوں پنکی اور راکی کی شکر گزار ہوں جنھوں نے میرے ادبی سفر میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔ طالبات کویتا بوندرے (ڈی۔ ایڈ)، پریما لہامگے (ایم۔ ایس۔ سی ایگری)، دمیئتی بھونگلے (بی۔ اے۔ ایم۔ ایس) انھوں نے قابل قدر مدد کی۔

اسکول کے میرے سابق طلبہ جنھوں نے آرتھک مانسک شکتی دی، یوگا ایس۔ ایس۔ وائے۔ کے استاد محترم رشی پربھاکر جی، روی جی کی دعاؤں سے اور دیگر ٹیچرز کی محبت اور تعاون سے میں اپنی تخلیقات کے ذریعے آپ سب کے ساتھ ہوں۔

سندھی، ہندی، مراٹھی، اردو کے تمام ادیب مجھے انتہائی محبت، عزت اور تحریص دیتے ہیں۔ اس بارے میں میں بہت ہی خوش نصیب ہوں۔

اِندرا شبنم کی سرگوشیاں

نذیؔر فتح پوری

اردو شاعری میں غزل کا رتبہ بڑا ہے۔ غزل کی شمع جلانے والوں میں میر تقی میر، استاد ذوق دہلوی، مرزا غالب، مومن خان مومن جیسے مایہ ناز شعراء پہلی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ مومن کے بعد استاد داغ دہلوی، اصغر گونڈوی، جگر مراد آبادی، فراق گورکھپوری، اور فراق کے بعد بے شمار شاعروں کی ایک فوج اردو غزل کی تعمیر اور حفاظت کرتی نظر آتی ہے۔ غزل کے ان سپاہیوں نے ہر حال میں، ہر زمانے میں اور ہر ماحول میں غزل سے پیار کیا، غزل کے لیے اپنا خونِ جگر پیش کیا اور غزل کے گلستاں کو لہلہاتا ہوا رکھنے کی کوشش کی۔ غزل، پرانے زمانے میں عورت سے گفتگو کرنے کے معنی میں آتی تھی۔ لیکن بارہویں صدی ختم ہونے سے پہلے پہلے خود عورتوں نے غزل کے میدان میں قدم رکھ کر غزل کا مفہوم ہی بدل دیا۔ اس طرح غزل گو شاعروں میں بھی بڑی تبدیلی آگئی۔ انھوں نے غزل کو زندگی سے گفتگو کرنے کا ہنر عطا کیا۔ غزل کو گل و بلبل کے فرضی ترانوں سے آزاد کیا، شراب، ساقی اور صراحی کی نشہ پرور فضا سے غزل کو نجات بخشی اور غزل کی زبان میں ایسے شعر بولنے لگے ؎

نیکیاں بوئیں اور بدی پائی — ہم نے یہ کون سی صدی پائی

زندگی سے قربت کا احساس، اور اس احساس کی حفاظت کے لیے غزل کی زبان یہ دعا کے لیے لب کھولنے لگی۔

میرے خدا مجھے اتنا تو معتبر کردے — میں جس مکان میں رہتا ہوں اس کو گھر کردے

اور پروین شاکر جیسی 'عورت' نے جب غزل کو اپنی محبت سے نوازا تو ایک انوکھا رس بھر دیا

بادباں گرنے سے پہلے کا نظارہ دیکھنا — میں سمندر دیکھ لوں گی تم کنارا دیکھنا

جگنو کو دن کے وقت پکڑنے کی ضد کریں — بچے ہمارے عہد کے چالاک ہوگئے

لیکن جب اندرا شبنم نے غزل کی محفل میں قدم رکھا تو انھیں احساس ہوا کہ

زندگی کو خوبصورت میں بنا بھی نہ سکی   سوچتی ہی رہ گئی ہاتھوں میں لے کر آئینہ

شبنم کی مادری زبان سندھی ضرور ہے، لیکن انھیں تمام زبانوں سے ایک جیسی محبت ہے۔ شبنم نے سندھی، ہندی، مراٹھی اور اردو چار زبانوں میں اپنے فن کو پیش کیا ہے۔ ان زبانوں کی خوبیوں سے وہ اچھی طرح واقف ہیں۔ سندھی میں وہ اس لیے لکھتی ہیں کہ یہ ان کی مادری زبان ہے، مراٹھی میں اس لیے لکھتی ہیں کہ ان کے آس پاس کے ماحول میں مراٹھی شاعری کی خوشبو رچی بسی ہے۔ اس سے دامن بچانا آسان نہیں۔ بھارت میں کثرت سے بولی جانے والی زبان ہندی ہے۔ اس لیے وہ ہندی میں لکھتی ہیں۔ اب انھوں نے اردو غزل کو اپنے گلے کا ہار اور اپنے فن کا سنگھار بنایا ہے۔ اردو کی مٹھاس اور نزاکت نے ان کے دل پر گہرا نقش کیا ہے۔ شبنم نے اپنی غزل کے ذریعے نئے جہان تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُنھیں اس بات کا یقین ہے۔

پیار کے سارے موسم ہوں گے اک دن اپنے ہاتھوں میں
ہَوا کے جیسے ہم بھی اک دن دنیا پر لہرائیں گے
باغ میں اک دن کوئی مسیحا دل والا بھی آئے گا
شبنم اک دن پھولوں کے بھی زخم سبھی بھر جائیں گے

علامہ سیماب اکبر آبادی نے کہا تھا ۔

جو سنتا ہے اسی کی داستاں معلوم ہوتی ہے   کہانی میری رودادِ جہاں معلوم ہوتی ہے

اپنی غزلوں کے ذریعہ شبنم نے اپنے دل کی آواز کو اِنسان اور انسانیت کے دل کی آواز بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن انھوں نے تمام لکھنے والوں کو بھی اپنا ہم نوا اور 'ہم زبان' بنالیا ہے۔

ہم تو شاعر ہیں ازل سے، ہیں کلا کے ہم اسیر
ہم ہی شبنم لکھ رہے ہیں سب کے من کی داستاں

اندرا شبنم نے اپنی غزلوں کو ''سرگوشیاں'' نام دیا ہے۔

یہ ''سرگوشیاں'' انھوں نے کبھی اپنے آپ سے کی ہیں۔ اور کبھی حالات اور ماحول سے۔ سرگوشیوں کا کینوس کافی بڑا ہے۔ جہاں تک نظر جاتی ہے، جہاں تک ذہن کی پرواز ہے وہاں تک یہ کینوس پھیلا ہوادِ کھائی دیتا ہے۔ سورج اور چاند کی روشنی کی قیمت ان کی نظروں میں اُن لوگوں

کی مسکان سے کمتر ہے جو اندھیرے میں رہ کر بھی مسکرانے کی ہمت رکھتے ہیں۔

سورج چاند سے کم کیا ہوگی قیمت ایسے لوگوں کی
جن کے ہونٹوں پر ہے اب بھی اندھیاروں میں اک مسکان

اندرا شبنمؔ کی ایک غزل کے چند اشعار یہاں پیش ہیں۔ یہ غزل جس میں ایک طرح سے باغیانہ انداز اور حالات کی تبدیلی کے چھپے اشارے ملتے ہیں! مثلاً

عرش پر اک صاحبِ پرواز ہم کو چاہیے ۔۔۔ چڑیا اور کوّا نہیں شہباز ہم کو چاہیے
اپنی منزل پر پہنچ ہی جائیں گے اک روز ہم ۔۔۔ خوبصورت سا مگر آغاز ہم کو چاہیے
جی رہے ہیں یوں تو سب ہی اپنے اپنے ڈھنگ سے ۔۔۔ زندگی پر کچھ نہ کچھ تو ناز ہم کو چاہیے

اندرا شبنمؔ کو رشتوں کی پاسداری کا شدید احساس ہے۔ وہ خود رشتوں کی حفاظت اپنا فرض سمجھتی ہیں۔ لیکن جب رشتوں کا قتل ہوتا ہے تو انھیں بڑا دکھ ہوتا ہے۔

ہر قدم پر کر رہی ہے قتل رشتوں کا مزاج
وقت کی اس دھار سے گھبرا گئے ہیں آج ہم

اِندرا شبنمؔ آج کے اس ٹوٹے پھوٹے اور خوف میں ڈوبے ماحول کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن اپنے اطراف بکھرے ہوئے سیاسی حالات اور خود غرضانہ ماحول کو دیکھ کر انھیں یہ کہنا پڑتا ہے۔

آئینہ سا رہنے میں بھی ڈر لگتا ہے ۔۔۔ سچی باتیں کہنے میں بھی ڈر لگتا ہے

اپنی غزلوں میں شبنمؔ نے تخلص سے بڑا کام لیا ہے۔ شبنمؔ اور پھول کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ شبنمؔ کے بغیر پھول پیاسا ہے۔ پھول کے بغیر شبنمؔ ادھوری ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی زندگی کا وسیلہ ہیں۔ اس حقیقت کو شبنمؔ نے نہایت خوبصورت انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

پھول ملے تھے گلشن میں ۔۔۔ شبنمؔ سے کیا کہہ گئے
اتنا سا ہے تعارف میرا چمن کے لوگو! ۔۔۔ شبنمؔ ہے نام میرا پھولوں سے دوستی ہے

لیکن کبھی کبھی وہ شبنمؔ اور پھول کے اس رشتے سے الگ ہو کر بھی سوچتی ہیں۔

پھولوں میں بھی ملتا نہیں جب اپناپن ۔۔۔ شبنمؔ ہم بھی اپنے آپ سمٹ جاتے ہیں

غزل میں اگر سادگی ہو تو سننے والے کے دل پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ شبنم کی شاعری، خاص طور پر ان کی غزلوں میں سادگی کے اچھے نمونے ملتے ہیں۔ یہ اشعار زندگی کی سچی تصویر پیش کرتے ہیں اور دل پر اثرانداز ہوتے ہیں

کوئی شکوہ نہ شکایت ہے نہ آنسو نہ ہنسی   زندگی برف کا انبار نظر آتی ہے
بارش ہوئی تو ہم کو یوں محسوس ہوگیا   کاغذ کی ناؤ دیکھئے چلتی نہیں کبھی

شبنم کی غزلوں میں ملن کا گیت ہے، جدائی کا مرثیہ ہے، نازک جذبات کا اظہار ہے، گہرے دکھ کا شکوہ ہے، اپنے اور پرائے زخموں کی خوشبو ہے۔ یہ غزلیں کبھی پھولوں کی زبان میں گفتگو کرتی ہیں، کبھی ان کا لہجہ کانٹوں میں بدل جاتا ہے۔ دھوپ چھاؤں کی کہانیاں، درد اور سکون کی داستانیں، نیکی اور بدی کا ٹکراؤ، آدمی، دنیا اور تقدیر کے بیچ چلنے والی لڑائی کا حال ان غزلوں میں جگہ جگہ موجود ہے۔

میں اس کتاب کی اشاعت پر اندرا شبنم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ □

مدیر 'اسباق'، سائرہ منزل، 230/B/102، ومان درشن، سنجے پارک، لوہ گاؤں روڈ، پونے
9822516338
□□□

محترمہ اندرا شبنم کا مجموعہ "سرگوشیاں" آپ کے سامنے ہے۔

وہ اردو سے بہت محبت کرتی ہیں۔ انھوں نے اردو میں شاعری کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے بہت خوب کہا ہے۔ کہیں کہیں تو ایسا گمان ہوتا ہے کہ انھوں نے اردو کی مشّاق شاعرات کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور ایسا معلوم پڑتا ہے جیسے مادری زبان اردو ہی ہے۔

اندرا شبنم بہت ہی سادگی سے اپنے قلم کی نوک کو تیکھا کر لیتی ہیں۔ ہاں! اتنا ضرور کہوں گا محترمہ اندرا جی کا مجموعہ، پوری اردو ہندی دنیا میں پسند کیا جائے گا۔

میری نیک خواہشات ہیں کہ اندرا شبنم جی دیر تک اور دور تک غزلوں اور شاعری کی دنیا میں اس فن کی خدمت کرتی رہیں۔

جناب شمس رمزی
مولانا ابوالکلام آزاد ویلفیئر اینڈ لٹریری سوسائٹی، دہلی

سچی باتیں کہنے میں بھی ڈر لگتا ہے

ڈاکٹر رِشبھ دیو شرما

سندھی زبان کی شاعرہ اندرا شبنمؔ کی غزلوں کا مجموعہ "سرگوشیاں" عنوان سے منظر عام پر آیا۔ اُردو کا رنگ لیے ہوئے اِن غزلوں میں ذاتی اور سماجی زندگی کے مختلف پہلو دِکھائی دیتے ہیں۔

ان غزلوں کا سب سے نمایاں پہلو محبت ہے جو دلکشی، ملن، ہجر، انتظار، سپردگی، عدم اعتمادی، یادیں اور دیوانگی جیسی مختلف کیفیتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ شاعرہ نے محبت کو ایسی خوشبو قرار دیا ہے جو کبھی کم نہیں ہوتی۔ ع:

"دور سے ہی سمرن میں بھی گندھ دیتی ہے"

کیونکہ محبوب کی یاد دل سے نکلتی ہی نہیں۔ یہ محبت کسی عبادت سے کم نہیں لیکن افسوس کہ محبوب کو اس کا علم ہی نہیں۔ بھلا محبت کے اظہار میں زبان کبھی ساتھ دے سکی ہے؟

حسرتیں سینے میں میرے گھٹ کے آخر رہ گئیں
میں نے پوجا ہے اسی کو یہ بتا بھی نہ سکی

اس کے باوجود خود سپردگی میں کوئی کمی نہیں آتی۔

بس اس کے ہی چرنوں کا احساس رہے
شبنمؔ! جب بھی اپنا شیش نواؤں میں

محبت کو عبادت کا درجہ دینے والے ان اشعار سے غزل کے معیار میں یقیناً اضافہ تصور کیا جائے گا۔ اپنے محبوب کے ساتھ بتائے گئے آرام کے کچھ لمحات ہی زندگی کی معراج ہے۔ اُن لمحات کا انتظار بھی بڑا دلکش ہے کیونکہ شاعرہ کے دل میں محبت کے حیات بخش اثر کے تئیں سچی عقیدت ہے۔ ایسی عقیدت کہ جس میں کوئی شکایت نہیں، کوئی شکوہ نہیں۔

ساتھ تمہارا جیون کی راہوں میں ہم جب پائیں گے
پل دو پل آرام سے اپنے یہ لمحے کٹ جائیں گے
باغ میں اک دن کوئی مسیحا دل والا بھی آئے گا
شبنمؔ اک دن پھولوں کے بھی زخم سبھی بھر جائیں گے

پھولوں کے بھی زخموں کے بھرنے کا یہ یقین اُس وقت ڈگمگاتا بھی ہے جب عاشق تو دل کے زخموں کو یاد کرے اور محبوب چاند تاروں کی باتیں کرتا رہے۔

رو رو کر سسک سسک کر کہتا میں کرون کہانی
تم سمن نوچتے سنتے کرتے جانی انجانی
(پرساد)

حد تو یہ ہے کہ محبت کے راز و نیاز جس اشاراتی زبان میں کرنے کی روایت اور تقاضہ ہے اسے سننے، سمجھنے والا ہی کوئی نہیں ہے۔

ہمیں یاد آتے رہیں زخم دل کے وہ کرتے رہیں چاند تاروں کی باتیں
تری بزم میں کون ہے سننے والا محبت کے قصے اشاروں کی باتیں

اسی لیے جب قلبی احساسات کو پڑھنے سمجھنے والا کوئی ملتا ہے تو اپنائیت اور پیار سے لبریز دل بھر آتا ہے۔

اپناپن اور پیار ملا دل بھر آیا جذبوں کا سنسار ملا دل بھر آیا
دل کے جذبے پڑھنے والا دنیا میں تیرے جیسا یار ملا دل بھر آیا

اندرا شبنمؔ کی غزلوں میں 'محبت' کے اس درس کا ایک اٹوٹ حصہ 'دوستی' ہے۔ شاعرہ کے لیے جہاں محبت انتہائی قلبی تجربہ ہے وہیں دوستی کے ساتھ معاشرتی زندگی جڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب کی بے رخی کو بھی سوغات سمجھ کر قبول کرنے والی شاعرہ دوستوں کی بے وفائی کو معاف نہیں کرپاتی۔ دوستی کا گلا گھوٹنا سب سے بڑا جرم مانا گیا ہے۔ لیکن لوگ دوستی کر کے دشمنی نکالنے سے کبھی باز آتے ہیں کیا؟ دشمنوں کی چال بھلے کبھی کامیاب نہ ہو لیکن دوستوں سے اگر دشمنی کا مزہ چکھنا پڑے تو!...... ہر قدم پر ملنے والے دوستوں میں سچا ہمدرد خال خال ہی

ہوتا ہے۔ دوست جب دغا دیتا ہے تو۔

کون سی آگ بھڑک اُٹھتی ہے نفرت کی
دل اپنے کیوں دودھ کی طرح پھٹ جاتے ہیں

ایسے میں شاعری طے کرتی ہے کہ آئینہ کا دھرم نبھایا جائے۔

اب ضرورت ہے کہ مثلِ آئینہ بن جایئے
کیوں کسی کے آپ ہوں جب آپ کا کوئی نہیں

لیکن آئینہ کی طرح سنگ دل، تنگ نظر اور بے رحم بننا کسی دنیا تیاگ دیے یوگی کے لیے تو ممکن ہے، عام انسان کے لیے نہیں۔ ہمارے جیسے زندہ لوگ تو دوستوں کے لیے اُٹھائی گئی تکلیف سے اتنے بے حال ہوگئے ہیں کہ آئینہ بھی ڈراتا ہے اور دوستی بھی۔

آئینہ سے رہنے بھی ڈر لگتا ہے
سچی باتیں کہنے میں بھی ڈر لگتا ہے
شبنمؔ اس نے اتنے دکھ پہنچائے ہیں
دوست اسے اب کہنے میں بھی ڈر لگتا ہے

"سرگوشیاں" میں شامل غزلیں انسان اور سماج کے دکھ کا بھی اثر انگیز درس تیار کرنے کا موقع فراہم کرتی ہیں جس کے لازمی حصے کے طور پر 'حوصلہ' کو خط کشیدہ کیا جاسکتا ہے۔ عورت کی بے چارگی کا درس بھی اسی میں شامل ہے۔ ادیب کے حالات کی پریشانی یہ ہے کہ جون کی سخت گرم دوپہر میں پہلا پیراگراف لکھنے کے ساتھ ہی بجلی چلے جانے کے سبب پنکھا بند ہوگیا ہو اور 'دکھ' کے درس تک آتے آتے پسینہ کاغذ پر ٹپکنے لگا ہے اور ہونٹ پیاس سے سوکھ رہے ہیں۔ اوپر سے ایک ناگزیر اپائنمنٹ! ایسے میں ان احساسات پر تفصیلی بحث و تجزیہ کو فی الحال ملتوی کرکے کچھ مثالیں دیکھ لینا مفید ہوگا۔

اے سماجی ٹھیکے دارو! عزتوں کے پاسباں
گھنگھروؤں میں سنتے ہو اپنے وطن کی داستاں!

مت باندھو ان کے پنکھوں کو، بھرنے دو بھرپور اُڑان
پور پور میں بھر جائے گی ورنہ ان کے ایک تھکان

□

میں بے سبب ہی سزائیں بھگتی رہتی ہوں
صلیبِ وقت پہ ہر پل لٹکتی رہتی ہوں
مجھے خود اپنے سے ملنے کی جستجو ہے بہت
میں اپنی کھوج میں خود ہی بھٹکتی رہتی ہوں
صداقتوں سے ہوا جب سے میرا یارانہ
میں شاطروں کی نظر میں کھٹکتی رہتی ہوں

□□□

ریڈر،
اُچ شکشا اور شودھ سنستھان، دکشن بھارت ہندی پرچار سبھا،
خیریت آباد، حیدر آباد 004 500
فون: 23391190 - 040

ایک نظر...... سرگوشیاں

چندر کمار سوکمار

آپ بھی ظالم پہ مشقِ سنگباری کیجیے
خیر کا اس کے علاوا راستہ کوئی نہیں
قید اپنے گھر میں شبنمؔ اس لیے ہے آدمی
جا کے دروازے سے باہر لوٹتا کوئی نہیں

کتنے آسان مگر پُراثر طریقے سے شاعرہ نے اس صدی کو بے نقاب کر دیا ہے۔ تنگدلی اور نفرت نے انسانیت کو ایسا ڈسا ہے اور آج بھی ڈسے جا رہی ہیں کہ اب جیسے کے ساتھ تیسا برتاؤ کیے بغیر کوئی اپنی خیر نہیں منا سکتا۔ 'شرافت' تو اب ایک لفظ تک سمٹ کر رہ گئی ہے۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی شرافت کی پشت پر کوئی نہ کوئی خنجر گھونپ دیتا ہے اور وہ وہیں دم توڑ دیتی ہے۔ لوٹ کر گھر واپس نہیں آتی۔ ان حالات میں صداقت اور عقیدت کی بات کرنا بے معنی ہو گیا ہے۔ اگر کوئی سر پھرا صداقت اور عقیدت کی بات کرتا بھی ہے تو اس کے ساتھ وہ گزرتی ہے جو محترمہ شبنمؔ کے ساتھ گزر رہی ہے ۔

صداقتوں سے ہوا جب سے میرا یارانہ　　　میں شاطروں کی نظر میں کھٹکتی رہتی ہوں

آپ کا بھی یہی حال ہوگا۔ کیونکہ اب کسی ستمگر کو اپنے ستم کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ 'شبنمؔ' جی آپ کو آگاہ کر رہی ہیں ۔

جانے کیا بات ہے اب پچھلے کئی سالوں سے
ان کو ہوتا ہی نہیں ان کے ستم کا احساس

ویسے ستمگر کو اپنے ستم کا احساس نہ ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ فرق اتنا ہے کہ کوئی شبنمؔ جی کی طرح اپنی بات کہہ جاتا ہے تو کوئی ۔

ہمارا بھی حاضر ہے سر اے ستمگر　　　اگر تیرا خنجر رواں ہو رہا ہے

(عثمان ۔۱۹۳۰ء)

کہتا ہے تو کوئی ۔

اُسے یہ فکر ہے ہر دم نئی طرزِ جفا کیا ہے　　　ہمیں یہ شوق ہے دیکھیں ستم کی انتہا کیا ہے؟

(کنور آزاد ۔۱۹۳۱ء)

عرض ہے کہ شبنم جی ہی نہیں بلکہ ملک کی ہر زبان کا ہر ایک شاعر، ہر ایک فنکار انھی دہشت گرد اور آتش خیز حالات کا اپنے فکر و فن میں اظہار کرتا رہا ہے اور آج بھی کر رہا ہے۔ آج کے اس دہشت گرد اور وحشیانہ دَور میں وہ کہہ رہا ہے ۔

شاداب گلستاں کو جلانے کے واسطے　　　کچھ سوکھے پتے آگ کی باتوں میں آگئے

ایسے کم ظرف، کمینے اور بات کی بات میں ہوا کے .... بہک جانے والے لوگ ہی قوم کو بدنام ہی نہیں کرتے بلکہ انسانیت کو بھی سولی پر چڑھا دیتے ہیں۔ تب شاعر کو کہنا پڑتا ہے ۔

پھینک دو تیر و کماں تم یہ شرارے پھینک دو
قوم کو بدنام کرتے یہ ترارے پھینک دو
زندگی دیتے نہیں بارود کے دھارے کبھی
نفرتوں کی سان چڑھتے یہ دو دھارے پھینک دو

(سوکمار)

شاعر ہر بات کو، ہر مسئلے کو، ہر مرحلے کو اپنے اوپر ڈھال کر کہتا ہے تاکہ ہر شخص اس سے آسانی سے جڑ جائے اور شاعر کا مقصد پورا ہو جائے۔ شاعری کو یہ کمال حاصل ہے کہ یہ آدمی کے دل میں سیدھا اور گہرا اثر ڈالتی ہے۔ شبنم کو اس فن میں مہارت حاصل ہے۔

آج کوئی بھی اپنے گریبان میں جھانکنے کو تیار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر شخص وقت کی دوڑ میں اندھا ہو کر شامل ہے۔ نتیجتاً ٹھوکر کھاتا ہے، زخمی ہوتا ہے، کراہتا ہے، روتا ہے۔ ایسے میں اگر خود پتھر راہگیر سے سوال کرتا ہے تو کیا گناہ کرتا ہے ۔

ہزاروں ٹھوکریں کھا کر بھی تم نہیں سنبھلے　　　سوال کرتے ہیں پتھر یہ راہ گیروں سے

ایسے اندھے اور بد دماغ زمانے کی حقیقت بیان کرتی شبنمؔ جی کہتی ہیں ۔

آئینہ سا رہنے میں بھی ڈر لگتا ہے　　　سچی باتیں کہنے میں بھی ڈر لگتا ہے

ڈر اس لیے نہیں لگتا کہ وہ ڈرپوک ہیں بلکہ وہ جانتی ہیں کہ ہر صدی کے سقراط کو سچ بولنے کی ہی سزا ملی ہے۔ شبنمؔ جی خود سے انجان یا ناواقف نہیں ہیں، پھر بھی اُنھیں اپنی تلاش ہے۔ بے شک جس نے پوری شدت کے ساتھ خود کو تلاش لیا اس نے خدا کو تلاش لیا۔ آدمی اُس دن تک بھٹکتا رہتا ہے جس دن تک وہ خود سے روبرو نہیں ہوتا۔ شبنمؔ جی اسی سچائی کو یوں زبان دیتی ہیں ۔

مجھے خود اپنے سے ملنے کی جستجو ہے بہت　　　میں اپنی کھوج میں خود ہی بھٹکتی رہتی ہوں

خدا اُنھیں اپنے اس مقصد میں کامیابی دے۔ مجھے یقین ہے ایک دن وہ اپنا صحیح مقام حاصل کر کے رہیں گی۔

کاش! میں "سرگوشیاں" پر پوری شدت کے ساتھ اظہارِ خیال کر پاتا، لیکن مجبور ہوں۔ اردو ادب کی مشہور اور معروف شاعرہ محترمہ الزبیتھ کورین موؔنا نے محترمہ اندرا شبنمؔ کی ایک عدد کتاب جو مجھے دی، اس میں صفحہ ۱۷ سے ۳۲ غائب ہیں اور ۳۳ سے ۴۸ ڈبل۔ جلد ساز کی اس مہربانی سے میرا مزہ تو کرکرا ہوا ہی، اس کا مجھے ملال ہے، لیکن اُس سے بھی زیادہ ملال ہے میں کھل کر نہیں لکھ سکا۔ آخر میں بس اتنا ہی کہ "سرگوشیاں" کی ہر غزل ۔

خوشبوؤں کے گھونسلے ہیں یا کہ گھر ہیں روح کے
یا کہ غنچے پیار کے ہیں یہ چمن کے ہاتھ میں
یا کہ چنچل شوخ کوئی نازنیں کے خواب ہیں
یا کہ یہ سرگوشیاں ہیں خوشبوؤں کے ساتھ میں
یا نہ ہو گی گر کبھی تو یہ جہاں مر جائے گا
آدمی اس روز اپنے آپ سے ڈر جائے گا

خدا شبنمؔ جی کے قلم کو برکت بخشے۔

□□□

FR-4, J.D.A. Shopping Centre, Bajaj Nagar, Jaipur, 302015. 2701615

سرگوشیاں

اندرا شبنمؔ

فہرست

نمبر شمار	غزل	صفحہ نمبر
۱-	دل سے تمہاری یاد نکلتی نہیں کبھی	۲۱
۲-	حال اپنے دل کا میں اس کو سنا بھی نہ سکی	۲۲
۳-	عرش پر اک صاحب پرواز ہم کو چاہیے	۲۳
۴-	سوچتی ہوں زندگی میں کام بس اتنا کروں	۲۴
۵-	کیسے ہم کہہ دیں کہ سرشار نظر آتی ہے	۲۵
۶-	جب بھی تیرے پاس کسی دن آؤں میں	۲۶
۷-	ننھے منے پیارے پیارے اچھے سے	۲۷
۸-	جانے کیسے راستے پر آگئے ہیں آج ہم	۲۸
۹-	دل کو چھو جاتی ہے جب رنج و محن کی داستاں	۲۹
۱۰-	مت باندھو ان کے پنکھوں کو بھرنے دو بھرپور اُڑان	۳۰
۱۱-	ساتھ تمہارا جیون کی راہوں میں ہم جب پائیں گے	۳۱
۱۲-	ڈرتے ڈرتے اک دوجے کے قریب آتے ہیں کیوں؟	۳۲
۱۳-	جانے وہ کیا کہہ گئے	۳۳
۱۴-	ویدنا گندھ سب سے پیاری ہے	۳۴
۱۵-	اپنا دُکھ ہی پہچانا سا لگتا ہے	۳۵
۱۶-	دنیا سے پیار میرا لفظی بیاں نہیں ہے	۳۶

۱۷-	گلوں کے فسانے بہاروں کی باتیں	۳۷
۱۸-	ایک احساس سا جگاتا ہے	۳۸
۱۹-	اپنے من کا درد ہمیں کو سہنا ہے	۳۹
۲۰-	اندھیرے جہاں کے مٹاؤں کہاں سے	۴۰
۲۱-	کیا پوچھتے ہو مجھ سے کیا میری زندگی ہے	۴۱
۲۲-	دل ہی نہیں رہا تو ترانہ کہاں رہا	۴۲
۲۳-	کچھ اس طرح سے لکھوں کہ لکھا نیا سا لگے	۴۳
۲۴-	بھولے احساس کو پھر یاد دلاتے کیوں ہو؟	۴۴
۲۵-	اپنا پن اور پیار ملا دل بھر آیا	۴۵
۲۶-	تنہا تنہا ساری دنیا تنہا چاند ستارے ہیں	۴۶
۲۷-	میں بے سبب ہی سزائیں بھگتتی رہتی ہوں	۴۷
۲۸-	ہر اچھا برا طور طریقہ ہے اسی کا	۴۸
۲۹-	مجھے قطرے سے دریا کر دیا ہے	۴۹
۳۰-	ہزار کہنے کو اونچائی پر کھڑا ہے وہ	۵۰
۳۱-	چنری ہوا میں اے سکھی اُڑتی ہے آج کل	۵۱
۳۲-	یوں جھوٹ موٹھ پیار جتایا نہ کیجئے	۵۲
۳۳-	چاہے موت ہو راہوں میں	۵۳
۳۴-	رکھئے اپنے پاس یا پھر ہم کو دیجیے	۵۴
۳۵-	یہ کرامت دِکھانے بیٹھی ہوں	۵۵
۳۶-	چلتے چلتے راہِ وفا سے ہٹ جاتے ہیں	۵۶
۳۷-	ہنستے جاتے ہیں، کبھی آنسو بہاتے جاتے ہیں	۵۷
۳۸-	آئینہ سا رہنے میں بھی ڈر لگتا ہے	۵۸
۳۹-	کب بھلا زمانے میں چاہتیں ملیں ہم کو	۵۹

۴۰-	ذہن پہ دستکیں دیتا ہے، الم کا احساس	۶۰
۴۱-	زخموں کا احساس جگاتے رہتے ہیں	۶۱
۴۲-	منہ کو اپنے موڑ کر	۶۲
۴۳-	رات کے آغوش میں تم سو گئے	۶۳
۴۴-	ہم خوشی کا منہ چڑھاتے ہی رہیں	۶۴
۴۵-	کوئی ہمدم ہو ہمارا کوئی تو دم ساز ہو	۶۵
۴۶-	رات جیسے رہ رہ کر بانسری بجاتی ہے	۶۶
۴۷-	بھیڑ میں ہم کو تنہا رہنا آتا ہے	۶۷
۴۸-	زندگی جب اُداس ہوتی ہے	۶۸
۴۹-	تمہارے چرنوں کی دھول پاؤں	۶۹
۵۰-	لکھا نصیب کا مٹتا نہیں اسیروں سے	۷۰
۵۱-	وہ مسکرا کے آج غموں سے لپٹ گیا	۷۱
۵۲-	خضر صورت ہے ہزاروں رہنما کوئی نہیں	۷۲
۵۳-	تیرے بچھڑنے کا اب جشن یوں مناؤں گی	۷۳

نظمیں ۷۴ تا ۱۰۰

❁

دل سے تمہاری یاد نکلتی نہیں کبھی
خوشبو تمہارے پیار کی گھٹتی نہیں کبھی

آکر تیری گلی سے تو برسوں گزر گئے
یادوں کی چھاؤں پلکوں سے ڈھلتی نہیں کبھی

خط روز ان کو لکھتے ہیں ہوتے ہیں من میں خوش
عادت پرانی ہم سے تو چھوٹتی نہیں کبھی

سپنوں میں یوں تو ملتے ہیں ہم روز ہی مگر
تم سے ملن کی چاہ بھی مٹتی نہیں کبھی

بارش ہوئی تو ہم کو یوں محسوس ہوگیا
کاغذ کی ناؤ دیکھئے چلتی نہیں کبھی

احساس تجھ کو پانے کا رکھنا ہے عمر بھر
تصویر تیری ذہن سے ہٹتی نہیں کبھی

شبنمؔ یہ دوستوں سے ہمیں تجربہ ہوا
دشمن کی چال ہم پہ تو چلتی نہیں کبھی

❁❁❁

حال اپنے دل کا میں اُن کو سنا بھی نہ سکی
آنسوؤں کے راز آنکھوں میں چھپا بھی نہ سکی

سوچتی ہی رہ گئی ہاتھوں میں لے کر آئینہ
زندگی کو خوبصورت میں بنا بھی نہ سکی

دل میں خواہش تو بہت تھی پھر نہ جانے کیا ہوا
روٹھنے والوں کو ہرگز میں منا بھی نہ سکی

حسرتیں سینے میں میرے گھٹ کے آخر رہ گئیں
میں نے پوجا ہے اسی کو یہ بتا بھی نہ سکی

روکنا چاہا تھا ان کو میں نے یوں تو بارہا
سچ کہوں شبنمؔ میں اس کو تو رکا بھی نہ سکی

❁

عرش پر اک صاحبِ پرواز ہم کو چاہیے
چڑیا اور کوّا نہیں شہباز ہم کو چاہیے

زندہ تو سب ہیں مگر کوئی کہاں ہے زندہ دل
پست ہمت اب نہیں، جانباز ہم کو چاہیے

اپنی منزل پر پہنچ ہی جائیں گے اک روز ہم
خوبصورت سا مگر آغاز ہم کو چاہیے

جی رہے ہیں یوں تو سب ہی اپنے اپنے ڈھنگ سے
زندگی پر کچھ نہ کچھ تو ناز ہم کو چاہیے

یوں تو شبنمؔ ہر قدم پر دوست ملتے ہیں بہت
درد جو سمجھے وہی ہمراز ہم کو چاہیے

❁❁❁

❁

سوچتی ہوں زندگی میں کام بس اتنا کروں
کس کے آنسو پونچھ لوں اور کس کے دل کو جوڑ دوں

جانتی ہوں سب کے سب مَر جائیں گے خود اپنی موت
اپنے دشمن سے بہادر کی طرح کیوں نہ لڑوں؟

وار سچ کا جب پڑے گا دھار سب مٹ جائے گی
جھوٹ کی تلوار سے میں کس لیے آخر ڈروں؟

اپنی قسمت کا ہی پھل ملتا ہے ہر انسان کو
دوسروں کی کامیابی دیکھ کر میں کیوں جلوں؟

مَرنا جینا ایک ہی سکّے کے دو پہلو ہیں دوست
کس لیے شبنمؔ میں پھر مرنے سے گھبراؤں ڈروں؟

❁❁❁

✵

کیسے ہم کہہ دیں کہ سرشار نظر آتی ہے
گھر کی ہر چیز تو بیمار نظر آتی ہے

کوئی شکوہ نہ شکایت ہے نہ آنسو نہ ہنسی
زندگی برف کا انبار نظر آتی ہے

چھت تو مضبوط ہے مضبوط ہے دروازے بھی
صرف ٹوٹی ہوئی دیوار نظر آتی ہے

اونچی آواز میں ہنسنے پہ ہے پابندی جہاں
مسکراہٹ پسِ دیوار نظر آتی ہے

جب سے بچھڑا ہے وہ شخص تو اس دنیا کی
ہم کو ہر چیز ہی بیکار نظر آتی ہے

ایسا لگتا ہے سمئے ٹھہر گیا ہے شبنمؔ
زندگی رینگتی رفتار نظر آتی ہے

✵✵✵

❁

جب بھی تیرے پاس کسی دن آؤں میں
اک اک پل میں سو سو جیوَن پاؤں میں

ساتھ تمہارا مل جائے جو پل دو پل
شؤلوں میں بھی پھولوں سی مسکاؤں میں

ایسا بھی جیوَن میں اک پل مل جائے
پریم پیار کی آشا سے بھر جاؤں میں

پریم سے پریتم ایسی گھڑی بھی آتی ہے
چپ چپ سب کچھ سہہ لوں بول نہ پاؤں میں

بس اس کے ہی چرنوں کا احساس رہے
شبنمؔ جب بھی اپنا شیش نواؤں میں

❁❁❁

❀

ننھے منے پیارے پیارے اچھے سے
آئے پرندے جھنڈ بنائے چھوٹے سے

چھن چھن چوڑیاں جب بھی باجے واسنتی
گیت ندی نے گائے دھیرے دھیرے سے

پایل چھنکی جب لہرائی بجلی سی
بادل نے بھی راگ سنائے بھیگے سے

مست ہوا نے جب بھی چھوا ہے پیڑوں کو
شاخوں نے بھی رقص دِکھائے اچھے سے

جب سے میں نے اس کا چہرہ دیکھا ہے
بکھرے ہوئے ہیں راہوں میں کچھ جلوے سے

جانے کیسا روگ لگا ہے ہم کو اب
گھوم رہے ہیں آنکھوں میں کچھ سپنے سے

فکر کی جب قندیل ہوئی ہے روشن تو
شبنم نے بھی گیت سنائے اُجلے سے

❀❀❀

❁

جانے کیسے راستے پر آگئے ہیں آج ہم
رہنمائے قوم سے اُکتا گئے ہیں آج ہم

اس قدر لمبا سفر طے کرنے کے پشچات بھی
دو قدم چلنے سے بھی ستا گئے ہیں آج ہم

آج اپنی بے بسی محسوس جب ہم کو ہوئی
اپنی حالت دیکھ کر جھنجھلا گئے ہیں آج ہم

ہر قدم پر کر رہی ہیں قتل رشتوں کا مزاج
وقت کی اس دھار سے گھبرا گئے ہیں آج ہم

ہم نہیں مایوس شبنمؔ اپنے حالِ زار پر
اس خلوص و پیار کو پھر پا گئے ہیں آج ہم

❁❁❁

دل کو چھو جاتی ہیں جب رنج و محن کی داستاں
تب ہمیں اچھی نہیں لگتی چمن کی داستاں

چپکے چپکے ہم تو سنتے ہیں لبِ خاموش سے
بھیگی پلکوں کی نظر سے بانکپن کی داستاں

کون سے رشتے ہیں جن کو ہم سنائیں حالِ دل
درد میں ڈوبی ہوئی اپنے ہی من کی داستاں

اے سماجی ٹھیکے دارو! عزتوں کے پاسباں!
گھنگھروؤں میں سنتے ہو اپنے وطن کی داستاں؟

پیڑ پودھے جیو جنتو دھرتی سب خاموش ہیں
درد میں ڈوبی ہوئی ہے کیا گگن کی داستاں؟

ہم تو شاعر ہیں ازل سے ہیں کلا کے ہم اسیر
ہم ہی شبنمؔ لکھ رہے ہیں سب کے من کی داستاں

✿

مت باندھو اُن کے پنکھوں کو بھرنے دو بھرپور اُڑان
پور پور میں بھر جائے گی ورنہ اُن کے ایک تھکان

جیون کے اُن آراموں سے اور اُلجھ کر کیا لیں گے
جن کو حاصل کرنا ہے روٹی کپڑا اور مکان

سورج چاند سے کم کیا ہوگی قیمت ایسے لوگوں کی
جن کے ہونٹوں پر ہے اب بھی اندھیارے میں اک مسکان

اُن جھرنوں پر باندھ کے کوئی باندھ، نہ اس کو روکے گا
متوالے بادل کرتے ہیں جن پہ نچھاور اپنی جان

جن کو شبنم پیار ہے اپنی عزت سے مریادا سے
کرتے نہیں ہیں اوروں کا بھی ہرگز ہرگز وہ اپمان

✿✿✿

ساتھ تمہارا جیون کی راہوں میں ہم جب پائیں گے
پل دو پل آرام سے اپنے یہ لمحے کٹ جائیں گے

پریم کی ٹھنڈی چھاؤں میں جب آرام ہمیں مل جائے گا
دل کی بے چینی کے بادل پل بھر میں چھٹ جائیں گے

پیار کے سارے موسم ہوں گے اک دن اپنے ہاتھوں میں
ہَوا کے جیسے ہم بھی اک دن دنیا پر لہرائیں گے

دِل میں اِتنی بھیڑ لگی ہے ارمانوں کی سپنوں کی
لگتا ہے کہ لاوا بن کر اک دن ہم پھٹ جائیں گے

باغ میں ایک دن کوئی مسیحا دل والا بھی آئے گا
شبنؔم اک دن پھولوں کے بھی زخم سبھی بھر جائیں گے

ڈرتے ڈرتے ایک دوجے کے قریب آتے ہیں کیوں
جو بھی کہنا بے دھڑک وہ کہہ نہیں پاتے ہیں کیوں؟

میرے اپنے ہو کے بھی مجھ سے الگ جاتے ہیں کیوں؟
غیر کی باتوں سے اتنا خوف وہ کھاتے ہیں کیوں

وہ بلاتے کیوں نہیں خوشیوں کو اپنے آس پاس
سکھ کی دیوی چھوڑ کر تنہا وہ گھر جاتے ہیں کیوں؟

آؤ مل کر ہم ہی سوچیں اِس انوکھی بات پر
پیار کرنے کی سزا آخر کو ہم پاتے ہیں کیوں؟

میں سمجھ پائی نہیں شبنم بھی اُس کے سامنے
بات جب کرتی ہے تو آنسو نکل آتے ہیں کیوں

✿

جانے وہ کیا کہہ گئے
آنسو اپنے بہہ گئے

وہ کیسا طوفان تھا
دیوار و در ڈھہ گئے

کوئی بجلی گر گئی
جل کے گلشن رہ گئے

دل میں ہوک اُٹھی تو تھی
پھر بھی ہم وہ سہہ گئے

پھول شبنم سے ملے
جانے کیا کیا کہہ گئے

✿✿✿

❁

ویدنا گندھ سب سے پیاری ہے
ساری گندھوں سے وہ تو نیاری ہے

ویدنا میں انوکھا ہے آنند
ہر خوشی ہم نے اُس پہ واری ہے

جب اُٹھے پیر کوئی اَن سوجھی
پھر تو آنکھوں سے نیر جاری ہے

لگتا ہے من پہنچ گیا ہے وہاں
پریم ندیاں جہاں سے جاری ہیں

ویدنا سے وِویک جگتا ہے
ویدنا زندگی ہماری ہے

درد سے شخصیت اُبھر آئی
روح میں اک سکون طاری ہے

جس نے ہم کو ستایا ہے شبنمؔ
ہم کو اس کی ادا ہی پیاری ہے

❁❁❁

❁

اپنا دُکھ ہی پہچانا سا لگتا ہے
باقی سب تو اَنجانا سا لگتا ہے

سچائی جیوَن کی چاہے کچھ بھی ہو
ہم کو تو سب افسانہ سا لگتا ہے

شکوہ شکایت کیا کرتے ہم دنیا سے
اپنا بھی اب بیگانہ سا لگتا ہے

شمع سی لگتی ہے ہم کو یہ دنیا
اور انساں بھی پروانہ سا لگتا ہے

شبنمؔ وہ کیا روٹھا اب کے ساون میں
سارا گلشن ویرانہ سا لگتا ہے

❁❁❁

٭

دنیا سے پیار میرا لفظی بیاں نہیں ہے
دھرتی کے جیسا سندر کوئی جہاں نہیں ہے

انسان سارے آکر جھکتے ہیں جس کے آگے
دل سے بڑا جہاں میں اب آستاں نہیں ہے

سکھ دکھ کا سارا سنگم ہوتا ہے اس جگہ پر
میرے مکاں سے بڑھ کر کوئی مکاں نہیں ہے

ہر ایک لفظ جس کا ڈوبا ہوا ہے غم میں
تیرے سوا کسی کی یہ داستاں نہیں ہے

زخموں کے گل کھلے ہیں ٹیسوں میں خوشبوئیں ہیں
غم کا نشہ چڑھے جو اُس کا بیاں نہیں ہے

میں سب کے غم سمجھ کر دنیا میں جی رہی ہوں
شبنمؔ مرا جہاں میں اک رازداں نہیں ہے

٭٭٭

گلوں کے فسانے بہاروں کی باتیں
کروں خوبصورت نظاروں کی باتیں

ہمیں یاد آتے رہیں زخم دل کے
وہ کرتے رہے چاند تاروں کی باتیں

یہ دریا میں کیا انقلاب آگیا ہے
بھنور کے ہیں لب پر کناروں کی باتیں

تیری بزم میں کون ہے سننے والا
محبت کے قصے اِشاروں کی باتیں

فلک پر ہو تحقیق ذرّوں کی اب تو
زمیں پر کریں ہم ستاروں کی باتیں

کوئی ہم سفر ہی نہیں ساتھ شبنمؔ
کریں کس سے اب رہ گزاروں کی باتوں

✿

ایک احساس سا جگاتا ہے
کون تنہائیوں میں آتا ہے

بھید اپنے وہ کب بتاتا ہے
جو چھپے بھید میرے پاتا ہے

ایک دیوانہ باغ میں اکثر
پھول کے ساتھ مسکراتا ہے

ہے مگن سب ہی اپنے اپنے میں
کون اب کس کے کام آتا ہے

بل ہے شبنمؔ وہ تیرے اندر کا
تجھ کو بلوان جو بناتا ہے

✿✿✿

٭

اپنے من کا درد ہمیں کو سہنا ہے
اندر اندر دکھ کا جھرنا بہنا ہے

اپنا جیون ایسی ایک کہانی ہے
خود ہی کی سننا، شاید خود کو کہنا ہے

الگ الگ کرنے سے کب یہ ہوتے ہیں
سکھ اور دکھ کو ایک ہی گھر میں رہنا ہے

اس پر اتنا ناز بھلا کیوں کرتے ہو؟
جیون کے پربت کو اک دن ڈھہہ نا ہے

ذکر چلا ہے دنیا کی سچائی کا
شبنمؔ ہم کو تو بس چپ ہی رہنا ہے

٭٭٭

❁

اندھیرے جہاں کے مٹاؤں کہاں سے
امر جیوتی آخر میں لاؤں کہاں سے

غموں سے نجات ایک دن مجھ کو دے دے
میں اب ایسی تقدیر پاؤں کہاں سے

بڑے مسئلے روٹی، کپڑے مکاں کے
میں ان مسئلوں کو مٹاؤں کہاں سے

زمانے سے اپنائیت اُٹھ گئی ہے
زمانے کو اپنا بناؤں کہاں سے

اندھیرے نے گھیرا ہے سنسار سارا
میں دیپک وفا کا جلاؤں کہاں سے

میں شبنم چمن کا نہیں پھول کوئی
تو پھر کوئی خوشبو لٹاؤں کہاں سے

❁❁❁

کیاں پوچھتے ہو مجھ سے کیا میری زندگی ہے
اس سے بچھڑ کے جیسے بے کیف ہر خوشی ہے

ہر درد کو چھپا لے، غم کو دوا بنا لے
شکوہ نہ کر کسی سے چپ رہنا بندگی ہے

یہ شہر میں چراغاں تم کو جو دِکھ رہا ہے
دل میرا یوں جلا کہ ہر سمت روشنی ہے

ٹھکرا کے جا رہے ہو یوں منہ بھی موڑتے ہو
تم دل کو توڑتے ہو یہ کیسی دل لگی ہے

اتنا سا ہے تعارف میرا چمن سے لوگو!
شبنؔم ہے نام میرا پھولوں سے دوستی ہے

❁

دل ہی نہیں رہا تو ترانہ کہاں رہا
محفل میں کوئی گیت سہانا کہاں رہا

دل سے اُتر گیا ہے کوئی بے وفا تو پھر
دنیا میں اُس کا کوئی ٹھکانا کہاں رہا

تنہائیوں میں آج بھی روتی ہے زندگی
سوچو تو پھر یہ درد بھلانا کہاں رہا

ساری اَنا تو چھپ گئی تالی کی گونج میں
ایسے میں کوئی شان کمانا کہاں رہا

شبنمؔ وہ سب چراغ بجھا کر چلا گیا
چاہت میں اُس کی دل کا جلانا کہاں رہا

❁❁❁

✿

کچھ اس طرح سے لکھوں کہ لکھا نیا لگے
ہر لفظ ہر خیال انوکھا، نیا لگے

دُکھ سہتے سہتے گزری میری تمام ہستی
اب سکھ کہیں ملے تو انوکھا، نیا لگے

ہر سوچ میں تلاش ہے مجھ کو نئی نئی
جتنا میں اُس کو سوچوں وہ اِتنا نیا لگے

تم دل کی دھڑکنوں میں سمائے ہو اس طرح
جس زاویہ سے دیکھوں یہ چہرہ نیا لگے

شبنم میں چلتے چلتے کہاں آگئی ہوں آج
ہر اک قدم پہ مجھ کو یہ راستہ نیا لگے

✿✿✿

❁

بھولے احساس کو پھر یاد دلاتے کیوں ہو
دل کے سوئے ہوئے زخموں کو جگاتے کیوں ہو

شوخیاں کس لیے کرتے ہو ہمارے دل سے
چٹکیاں لے کے سرِ بزم ستاتے کیوں ہو؟

زندگی صرف نمائش تو نہیں ہے یارو!
درد جو دل کا ہے لوگوں کو دِکھاتے کیوں ہو؟

خوبصورت ہیں محبت کے یہ رِشتے سارے
زہر اِن رِشتوں میں نفرت کا ملاتے کیوں ہو؟

بات کیوں کرتے ہو منہ دیکھے کی ہم سے شبنمؔ
پیار جھوٹا ہے تو پھر مجھ کو جتاتے کیوں ہو؟

❁❁❁

❁

اپناپن اور پیار ملا دِل بھر آیا
جذبوں کا سنسار ملا دِل بھر آیا

پریم سُدھا برسانے آیا آج کوئی
آج کوئی سرشار ملا دِل بھر آیا

مجھ میں شامل ہو گئی اس کی شخصیت
مجھ کو میرا پیار ملا دِل بھر آیا

دِل کے جذبے پڑھنے والا دنیا میں
تیرے جیسا یار ملا دِل بھر آیا

شبنمؔ قسمت سے لوگوں کو پھول ملے
لیکن ہم کو خار ملا دِل بھر آیا

❁❁❁

❋

تنہا تنہا ساری دنیا تنہا چاند ستارے ہیں
ہمری تومت پوچھ رے بھیا سب رنگ ہم کو پیارے ہیں

پریم مدیرا نے پانی میں کیا کیا رنگ اُبھارے ہیں
گہرے ٹھہرے ساگر کے بھی مستی بھرے کنارے ہیں

اک ہم ہی کیا جھیل رہے ہیں دنیا کے دُکھ درد میاں
اِس دنیا میں جانے کتنے یارو غم کے مارے ہیں

غزلوں، نظموں، افسانوں کا ان کو نام دیا سب نے
ہم نے اپنے فکر و فن سے جو بھی نقش اُبھارے ہیں

ملنے اور بچھڑنے کا اب خوف نہیں ہے لوگوں کو
یادوں کی بانہوں کے شبنم سب کو آج سہارے ہیں

❋❋❋

میں بے سبب ہی سزائیں بھگتی رہتی ہوں
صلیبِ وقت پہ ہر پل لٹکتی رہتی ہوں

مجھے خود اپنے سے ملنے کی جستجو ہے بہت
میں اپنی کھوج میں خود ہی بھٹکتی رہتی ہوں

نہ کوئی رہنما نہ میرا ہم سفر ہے کوئی
میں خود ہی گرتی ہوں خود ہی سنبھلتی رہتی ہوں

صداقتوں سے ہوا جب سے میرا یارانہ
میں شاطروں کی نظر میں کھٹکتی رہتی ہوں

مجھے اندھیروں سے نفرت ہے اس لیے شبنمؔ
چراغ بن کے ہر اک سمت جلتی رہتی ہوں

٭

ہر اچھا برا طور طریقہ ہے اُسی کا
اُس کی ہی جدائی بھی ہے ملنا ہے اُسی کا

کیا خوف ہمیں نور اُسی کا ہے ہر اک اور
دوزخ میں بھی ہم دیکھیں گے جلوہ ہے اُسی کا

معصوم سے بچپن میں ہے بھگوان کی مورت
یہ اُس کی جوانی ہے بڑھاپا ہے اُسی کا

جب چاہوں جدھر چاہوں اُسے دیکھ لوں پل میں
موجود میری آنکھوں میں نقشہ ہے اُسی کا

اُس کی ہی بہاریں ہیں خزائیں بھی ہیں شبنم
کانٹوں میں چبھن، پھولوں پہ سایہ ہے اُسی کا

٭٭٭

مجھے قطرے سے دریا کردیا ہے
میری سوچوں کو گہرا کردیا ہے

چلی کیسی ہَوائیں مال و زَر کی
ہمارے دل کو صحرا کردیا ہے

چلوں گی میں بساطِ دِل پہ اُس کی
مجھے اب اُس نے مہرہ کردیا ہے

چھڑا کر مجھ سے میری ماتر بھاشا
میرے غم میں اضافہ کردیا ہے

میں شبنمؔ رب کی مرضی سے چلوں گی
مجھے اُس نے کھلونہ کردیا ہے

ہزار کہنے کو اونچائی پر کھڑا ہے وہ
ہمارے دل سے تو کب کا اُتر گیا ہے وہ

ہر ایک کھیل جوانی میں جس نے کھیلا تھا
بڑھاپا آیا تو سٹھیا کے رہ گیا ہے وہ

جوان تھا تو زمانے پہ ظلم ڈھاتا تھا
کہ ڈھلتی عمر میں اب گڑگڑا رہا ہے وہ

سجائے رہتا تھا کل تک جو محفلیں گھر میں
درودیوار سے اب بات کررہا ہے وہ

تمام عمر کٹی اُس کی جھوٹ میں شبنمؔ
نہ زندگی میں کبھی سچ کو لاسکا ہے وہ

❁

چنری ہَوا میں اے سکھی اُڑتی ہے آج کل
حالت ہمارے دِل کی بدلتی ہے آج کل

کس حال سے گزرتا ہے دل آج کل نہ پوچھ
چوڑی کھنک کے گیت میں ڈھلتی ہے آج کل

چت چور کوئی چاہ جگانے کو آگیا
بندیا چمک چمک کے چمکتی ہے آج کل

آنکھوں میں ہے نشہ مرے مسکان لب پہ ہے
پایل رُنک جھنک کے چھنکتی ہے آج کل

وہ پھول مسکرا کے جو نظریں بدل گیا
شبنم اسی کے غم میں تڑپتی ہے آج کل

❁❁❁

یوں جھوٹ موٹ پیار جتایا نہ کیجئے
ہم کو حضور ایسے! ستایا نہ کیجئے

ہر آدمی کو دوست بنایا نہ کیجئے
بن سوچے اُن سے ہاتھ ملایا نہ کیجئے

ہر اک قدم پہ موت کا ہے حادثہ یہاں
آئے گی خود ہی خود سے بلایا نہ کیجئے

ہر راگنی کا ہوتا ہے مخصوص ایک وقت
بے وقت کوئی گیت سنایا نہ کیجئے

ہر آدمی تو ہوتا نہیں رازداں یہاں
شبنمؔ کسی کو راز بتایا نہ کیجئے

چاہے موت ہو راہوں میں
ہم ہیں تری پناہوں میں

کنکر، پتھر، چٹانیں
ملتا ہے یہ چاہوں میں

پریم سریتا بہتی ہے
دِل والوں کی راہوں میں

غم نے جب چھیڑا تو ہم
چھُپ گئے تیری بانہوں میں

کل یُگ میں یہ دیکھا ہے
ڈوبے لوگ گناہوں میں

شبنم پت جھڑ آئی تو
سوکھے پھول تھے راہوں میں

❁

رکھیۓ اپنے پاس یا پھر چاہے ہم کو دیجئے
بندہ پرور! آپ کا دل ہے جو چاہے کیجئے

مجرموں کو دیجئے ہنسنے ہنسانے کا انعام
بے خطا جو ہیں اُنھی کو بس رُلایا کیجئے

بدگماں، بدنام، رُسوا کب تلک رہئے بھلا
تہمتوں کے سائے میں کب تک گزارا کیجئے

ہم غریبوں کے لیے پانی بھی مہنگا ہے یہاں
زر کے بندے آپ ہیں آنکھوں کے ساگر پیجئے

بے وفا دنیا میں شبنمؔ ہم نے تو کی ہے وفا
اس خطا کی ہم کو چاہے جو سزائیں دیجئے

❁❁❁

❁

یہ کرامت دِکھانے بیٹھی ہوں
پتھروں کو رِجھانے بیٹھی ہوں

نفرتوں سے بھرے زمانے میں
پیار کے گیت گانے بیٹھی ہوں

خواب بے رنگ تھے زمانے سے
رنگ اُن کو دِلانے بیٹھی ہوں

اپنی بھولوں کو آج چن چن کے
ایک مالا بنانے بیٹھی ہوں

مجھ سے روٹھا ہوا ہے جو شبنمؔ
آج اُس کو منانے بیٹھی ہوں

❁❁❁

چلتے چلتے راہِ وفا سے ہٹ جاتے ہیں
ہم بھی کیوں آپس میں یوں ہی کٹ جاتے ہیں

کون سے موسم کا پڑتا ہے وار بھلا
بڑھتے بڑھتے رِشتے کیوں یہ گھٹ جاتے ہیں

کون سی آگ بھڑک اُٹھتی ہے نفرت کی
دِل اپنے کیوں دودھ کی طرح پھٹ جاتے ہیں

جن راہوں پر چلتے ہیں ہم جیسے لوگ
اُن راہوں سے اکثر لوگ پلٹ جاتے ہیں

پھولوں میں بھی ملتا نہیں جب اپناپن
شبنمؔ ہم بھی اپنے آپ سمٹ جاتے ہیں

ہنستے جاتے ہیں کبھی آنسو بہاتے جاتے ہیں
زندگی کے نام پر کیا گل کھلاتے جاتے ہیں

یہ تڑپتی رات یہ مدہوش ہوتی زندگی
ایسے میں دیوانے دنیا کو بھلاتے جاتے ہیں

تم ہمیں جو چاہو سمجھو ہم تو ہیں وہ اہلِ دل
رنگ ہر محفل میں جو اپنا جماتے جاتے ہیں

ہم قلندر ہیں ہمیں پروا کسی شے کی نہیں
مشکلوں میں بھی سدا ہم مسکراتے جاتے ہیں

زندگی ہم چاہتے ہیں جان سے بڑھ کر تجھے
اس لیے ہم تیری خاطر دُکھ اُٹھاتے جاتے ہیں

ہم تو ہیں فنکار شبنمؔ ہم کو کیا سمجھیں گے لوگ
ہم تو خاموشی میں بھی نغمے سناتے جاتے ہیں

✿

آئینہ سا رہنے میں بھی ڈر لگتا ہے
سچی باتیں کہنے میں بھی ڈر لگتا ہے

جس میں چاروں اور بچھی ہوں بارودیں
ایسے جگ میں رہنے میں بھی ڈر لگتا ہے

تیرا دامن ہاتھ نہ آیا اپنے تو
آنسو بن کر بہنے میں بھی ڈر لگتا ہے

لاوا بن کر یار کہیں نہ پھٹ جائے
غم کا ہر پل سہنے میں بھی ڈر لگتا ہے

شبنم اُس نے اِتنے دُکھ پہنچائے ہیں
دوست اُسے اب کہنے میں بھی ڈر لگتا ہے

✿✿✿

❁

کب بھلا زمانے میں چاہتیں ملیں ہم کو
پیار ہم نے بویا تو نفرتیں ملی ہم کو

زیست کو میسّر ہے میری کب سکوں لوگو
کون سی ہواؤں سے رحمتیں ملیں ہم کو

بے وفا زمانے نے کیا دیا بتاؤ تو
ہر قدم پہ جینے کی ذلتیں ملیں ہم کو

یہ زمانہ کیا جانے یہ زمانہ کیا سمجھے
دل لگا کے اُن سے جو لذتیں ملیں ہم کو

وقت جب بھی آئے گا آئیں گی بہاریں بھی
بس اس طرح شبنؔم حسرتیں ملیں ہم کو

❁❁❁

✵

ذہن پہ دستکیں دیتا ہے اَلم کا احساس
رات کی نیند چرا لیتا ہے غم کا احساس

لمحہ لمحہ اُسی آہٹ پہ نظر جاتی ہے
چین سے رہنے نہیں دیتا صنم کا احساس

جانے کیا بات ہے اب پچھلے کئی سالوں سے
اُن کو ہوتا ہی نہیں اُن کے ستم کا احساس

ڈوبتا جاتا ہے اک اک ستارا نبھ سے
کالی راتوں میں ہی ہوتا ہے بلم کا احساس

نئی نسلوں میں بہت پھیل چکا ہے شبنمؔ
بڑھتی مہنگائی کا کم ہوتے بھرم کا احساس

✵✵✵

زخموں کا احساس جگاتے رہتے ہیں
رِشتوں کو ہم لوگ نبھاتے رہتے ہیں

ایسے بھی لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے
رِشتوں میں جو زہر ملاتے رہتے ہیں

ہم دونوں کے بیچ میں جو بھی رِشتہ ہے
اُس رِشتے کو ہم جھٹلاتے رہتے ہیں

روتے سسکتے باسی پھولوں کے جیسے
ایسے رِشتوں کو اپناتے رہتے ہیں

سچا ثابت کرنے جھوٹ رِشتوں کو
پیار کی ہر دم قسمیں کھاتے رہتے ہیں

اُن رِشتوں کے چہروں کو کیا پہچانے
جو چہرے پہ چہرہ لگاتے رہتے ہیں

اِس کے سوا ہم کر بھی کیا سکتے ہیں بھلا
شبنمؔ زخموں کو سہلاتے رہتے ہیں

✿

منہ کو اپنے موڑ کر وہ چل دیا اچھا ہوا
دل ہمارا توڑ کر وہ چل دیا اچھا ہوا

اپنی ہی تنہائیوں سے دل کو بہلا لوں گی میں
مجھ کو تنہا چھوڑ کر وہ چل دیا اچھا ہوا

اب تو اُس کی یاد بھی ہم کو کبھی نہ آئے گی
سارے رشتے توڑ کر وہ چل دیا اچھا ہوا

ہر گھڑی کٹ جائے گی جس میں عبادت کی طرح
ایسا رِشتہ جوڑ کر وہ چل دیا اچھا ہوا

ڈھونڈ ہی لوں گی میں شبنمؔ اب اکیلی رہ گزر
ہاتھ میرا چھوڑکر وہ چل دیا اچھا ہوا

✿✿✿

❁

رات کی آغوش میں تم سو گئے
آج سارے خواب تنہا ہوگئے

ایسا کچھ روئے زمینِ دل پہ ہم
آنسوؤں کے، چاند تارے بو گئے

رفتہ رفتہ کٹ گیا تنہا سفر
زندگی کا بوجھ ہم بھی ڈھوگئے

جذبۂ دل پر نہ قابو رکھ سکے
بات کچھ ایسی چھڑی کہ روگئے

کوستے تھے رات بھر شبنم کو جو
صبح وہ پھولوں سے مل کر سو گئے

❁❁❁

ہم خوشی کا منہ چڑاتے ہی رہے
اور غم کے گیت گاتے ہی رہے

یوں ہوا دل پر اثر حالات کا
دوست دشمن یاد آتے ہی رہے

اور تو ہم سے عبادت کیا ہوئی
اُس کے آگے سر جھکاتے ہی رہے

ہم نے مانگی تھی فقط نزدیکیاں
فاصلوں کو وہ بڑھاتے ہی رہے

دل کی بے چینی کا عالم کیا کہیں
تھپکیاں دے کر سلاتے ہی رہے

اپنی فطرت سے نہ آئے باز وہ
ہر طرح سے ہم نباہتے ہی رہے

زندگی بھر ہم نے شبنمؔ کیا کیا
پھول کا ہم منہ دھلاتے ہی رہے

کوئی ہمدم ہو ہمارا کوئی تو دم ساز ہو
دل کا نغمہ ہو کوئی تو روح کی آواز ہو

آتی جاتی لہریں اِک دوجے کے پیچھے کس لیے
یہ تعلق کوئی سمجھے کوئی تو ہمراز ہو

چاندنی کیوں دھندلی ہو جاتی ہے مجھ کو دیکھ کر
مجھ کو یہ سمجھانے والی کوئی تو آواز ہو

چاہتی ہوں اب یہی میں ہر ستم کو بھول کر
زندگی جینے کا پھر سے اک نیا آغاز ہو

میں اُٹھا لوں گی یقیناً اُس کا ہر اک بارِ غم
ہر نئے غم کے لیے بھی اک نیا انداز ہو

رات کی بے چینیوں کو کچھ دلاسا تو ملے
پھول کے ہونٹوں پہ شبنم آنسوؤں کا ساز ہو

رات جیسے رہ رہ کر بانسری بجاتی ہے
گوری اپنے پریتم سے جب بھی ملنے جاتی ہے

ہولے ہولے بجتے ہیں گھنگھرو یہ اُجالوں کے
چاندنی کی پایل بھی خوب چھنچھناتی ہے

بادلوں کے جھرمٹ سے چاند جب نکلتا ہے
چاندنی بھی منظر کو دودھیا بناتی ہے

مور آ کے مستی میں جب بھی رقص کرتا ہے
مورنی بھی جنگل میں جھوم جھوم جاتی ہے

رات رانی لیتی ہے جب بھی کروٹیں شبنم
بھینی بھینی خوشبو سے رات مہک جاتی ہے

❁

بھیڑ میں ہم کو تنہا رہنا آتا ہے
تنہائی کو محفل کرنا آتا ہے

جب نہ سمجھے کوئی اپنے دل کی بات
ایسے میں پھر چپ بھی رہنا آتا ہے

طعنوں کے تم تیر چلاؤ پھر بھی ہمیں
ٹھنڈک زخموں پر بھی رکھنا آتا ہے

اس اکثر کو چاہے کوئی نہ سمجھے
پیار کے نام پہ ہم کو مَرنا آتا ہے

میں سچ بولوں تب بھی جھوٹی بنتی ہوں
اُس کو لیکن خوب مکرنا آتا ہے

شبنمؔ دنیا چاہے ستائے لاکھ مگر
ہم کو حق کی خاطر لڑنا آتا ہے

❁❁❁

زندگی جب اُداس ہوتی ہے
میرے پہلو میں آ کے روتی ہے

جب بھی آتی ہے رُت بہاروں کی
پھول کِھلنے کی آس ہوتی ہے

ورنہ خاموش رہتا ہے پانی
موج ساحل پہ آ کے سوتی ہے

پھول شاخوں سے جھڑنے لگتے ہیں
جب بھی پت جھڑ کی بات ہوتی ہے

پھول پتے چمکتے رہتے ہیں
بوند شبنم کی جیسے موتی ہے

❁

تمہارے چرنوں کی دھول پاؤں
تو مانگ اپنی بھی میں سجاؤں

تمھیں جو اپنے قریب پاؤں
تو اپنی قسمت پہ مسکراؤں

تمہارے آنسو ہیں بیش قیمت
میں یہ خزانہ کہاں چھپاؤں

تمہاری چاہت میں غم ملا ہے
خوشی سے کیسے میں دَل لگاؤں

میں پگلی خود کو نراش کر کے
چراغ آشا کے کیا جلاؤں

نہیں ہے جب میرا کوئی شبنمؔ
تو بوجھ غم کا میں خود اُٹھاؤں

❁❁❁

✿

لکھا نصیب کا مٹتا نہیں اسیروں سے
یہ انکشاف ہوا ہاتھ کی لکیروں سے

سوال کون کرے وقت کے امیروں سے
ملا ہے کیا تمھیں بازار کے شریروں سے

سکوت و صبر قناعت ہے بس شہنشاہی
یہ درس لیجئے جاکر کہیں فقیروں سے

ہزاروں ٹھوکریں کھاکر بھی تم نہیں سنبھلے
سوال کرتے ہیں پتھر یہ راہگیروں سے

ہمیشہ سینہ سپر رہتی ہوں مَیں اے شبنمؔ
مقابلہ ہی کیا زندگی کے تیروں سے

✿✿✿

❁

وہ مسکرا کے غموں سے لپٹ گیا
ناکام زندگی کا وہی رُخ پلٹ گیا

سورج سے کون شخص یہ جاکر لپٹ گیا
پیروں کی سمت کس لیے سایہ سمٹ گیا

اُبھری جو میرے خون کی سرخی بوقتِ شام
کیوں اس کا چہرہ گردِ ندامت سے اَٹ گیا

اب غم کا بوجھ سہنے کی طاقت نہیں رہی
دنیائے رنگ و بو سے میرا دل اُچٹ گیا

شبنمؔ یہاں فساد میں اتنے مَرے ہیں لوگ
تالاب میرے گاؤں کا لاشوں سے پٹ گیا

❁❁❁

❁

خِضر صورت ہے ہزاروں رہنما کوئی نہیں
اب ہماری راہ میں روشن دِیا کوئی نہیں

ساری دنیا کے لیے اب سوچنے کا وقت ہے
صرف اپنی زندگی کا مسئلہ کوئی نہیں

آپ بھی ظالم پہ مشقِ سنگ باری کیجئے
خیر کا اس کے علاوہ راستہ کوئی نہیں

اب ضرورت ہے کہ مثلِ آئینہ بن جایئے
کیوں کسی کے آپ ہوں جب آپ کا کوئی نہیں

قید اپنے گھر میں شبنم اس لیے ہے آدمی
جا کے دروازے سے باہر لوٹتا کوئی نہیں

❁❁❁

✿

ترے بچھڑنے کا اب جشن یوں مناؤں گی
میں اشکِ غم سے ہزاروں دِیے جلاؤں گی

فضائے ارض و سما کا عجب سماں ہو گا
کبھی جو فرطِ مسرّت سے گنگناؤں گی

جو تیرا پیار میرا ہم سفر رہے اے دوست!
ہر ایک زخم زمانے کا بھول جاؤں گی

جو تیرے آنے کی مجھ تک خبر پہنچ جائے
میں اپنے آپ کو پھولوں سے پھر سجاؤں گی

میرا مشن ہے یہ شبنمؔ کہ اَمن ہو قائم
میں شانتی کا عَلم عمر بھر اُٹھاؤں گی

✿✿✿

سرگوشیاں

نظمیں

اندرا شبنم

مجھے خود اپنے سے ملنے کی جستجو ہے بہت
میں اپنی کھوج میں خود ہی بھٹکتی رہتی ہوں

سرگوشیاں

اندرا شبنم

فہرست

صفحہ نمبر	نظمیں	نمبر شمار
۷۸	دھواں	۱-
۷۹	رات کے سناٹے میں	۲-
۸۰	آرڈر - آرڈر	۳-
۸۱	یواشکتی	۴-
۸۲	معمولی	۵-
۸۳	رسوئی گھر میں رچی رچنائیں	۶-
۸۴	ہمارے گھر میں اندھیروں کا راج ہے اب تک	۷-
۸۶	یہ بھیڑ	۸-
۸۷	درندہ	۹-
۸۸	مسکان	۱۰-
۸۹	بوچی	۱۱-
۹۰	کون ہوں میں	۱۲-

۱۳-	رات والی بھوک	۹۲
۱۴-	دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں	۹۳
۱۵-	لمحہ	۹۴
۱۶-	جوان مرثیہ	۹۵
۱۷-	اُف!!	۹۶
۱۸-	ٹھکانا	۹۷
۱۹-	وجود	۹۸
۲۰-	سکھ	۹۹
۲۱-	روز	۱۰۰

دھواں

آج دھواں نکلتا ہے
اُس کی جھونپڑی سے
یہ طے ہے
روٹی وہاں پکی ہو گی۔
بھوک بھی آج
وہیں پر تھکی ہو گی۔
آج گرو سے وہ
جورو کے نکٹ
بیٹھا ہو گا۔
وہ بھی سہہ ۔ سٹ کے
اسے بیٹھی ہو گی۔
بچے بھی چولہے کو
گھیرے گھیرے بیٹھے ہوں گے۔
آج سچ مچ کی روٹی
وہاں پکی ہو گی۔

جیبوں میں سکوں کی
گرمائش،
مونچھوں کو تاؤ،
وہ دیتا ہو گا۔
سوندھی سوندھی سی،
روٹی کی خوشبو۔
بھینی بھینی سی،
بھاجی کی مہک۔
آج دھواں نکلتا ہے،
اُس کی جھونپڑی سے،
یہ طے ہے،
روٹی وہاں پکی ہو گی۔
بھوک بھی آج،
وہاں پر تھکی ہو گی۔

❋❋❋

رات کے سنّاٹے میں

رات کے سناٹے میں
ایک وجود اُبھرتا ہے
شانت......
اپنے آپ میں ہی
مگن، سمست وِشو کی
سمسیّاؤں کو
اپنا سمجھنے والا۔
سہانو بھوتی سے بھرا
باغی اکیلی کویتری کا۔
پتنی، ماں، مالکن
بیٹی، بہن سب رشتے
سارے پد دھندلے دھندلے سے
مٹے ہوئے سے،
سبزی والے، دھوبی، نوکرانی،
بجٹ، خرچ، بچے،
پڑوسیوں کی نوک جھونک،
کس کی چٹکی،
کس کی چڑھ
کسی کا چانٹا
کسی کی شرارت
سب دھندلے سے
کایا کے بوجھ رہت۔

ایک سوکشم آتما
اُٹھتی ہے۔
کچھ لکھتی رہتی ہے۔
کٹر......کوئی آواز کے
سہے سوتی ہے
دودھ والے کی دستک کے ساتھ
جاگتی ہے۔
اور نہ ختم ہونے والا کام
نہ سماپت ہونے والا شور
رشتوں-ناطوں کو سنبھال کر
بھاگتی دوڑتی رہتی ہے۔
وہ کایا،
وہ دیہہ دن بھر،
پھر پر تکشا کرتی ہے،
اُس رات کے سناٹے کا۔
رات کے سناٹے میں
لکھتی رہتی ہے،
کچھ بدبداتی رہتی ہے،
کچھ کہتی رہتی ہے،
کچھ گنگناتی رہتی ہے،
ایک سوکشم آتما
رات کے سناٹے میں۔

آرڈر - آرڈر

مائی باپ
میری آٹھ سال کی
بچی پر،
بلاتکار ہوا ہے۔
کیس کو،
اگلی تاریخ ملی
صاحب،
ایک سال ہو گیا،
کیس داخل کرنے والے،
میرے پتی یعنی،
بلاتکار والی بچی
کے باپو جی نے،
شرم کے مارے،
آتم ہتیا کرلی۔
کیا فیصلوا ہوا؟
"اگلی تاریخ......"

عدالت نے کہا
"حضور!
بلاتکار کی ہوئی
بچی صدمے کے مارے
پاگل ہو گئی ہے
ذرا تنک،
ہمارے گھر کے سامنے،
جمی ہوئی بھیڑ،
اخبار والوں،
فوٹوگرافرس کو
ہٹوا دیجیے۔"
"عدالت فلاں فلاں
تاریخ کو اپنا
فیصلہ دے گی!
آرڈر - آرڈر"......۔

❁❁❁

یوا شکتی

مت باندھو
ان کے پنکھوں کو،
بھرنے دو اُن کو
بھرپور اُڑان۔
روک روک اُن کی
اُڑان کو،
بھر جائے گی
پور پور میں تھکان۔
اُن کو طے کرنا،
ہے اپنا
روٹی، کپڑا اور مکان۔
کون سے مولیہ سے،
ملتا ہے وہ،
ہونے دو شنک لپت
اُن کے اُدھروں سے مسکان۔
ڈرگس، ایڈز،
پریاورن، بھرشٹاچار
روکنے دو
اُن کو سب کی جڑیں۔
اپنی پہچان پانے کو
آکاشوں میں پہنچنے دو

'یوا شکتی' ہے بہت
مہان۔
کیا روکو گے اُن کو؟
جب تک،
کسی ہاسپٹل
کے بیڑ پر،
بلک بلک کر،
بن جائیں زندہ لاش
جینے دو بھرپور
اُن کی بھی ہے،
کوئی شان۔
یہ پنچھی جن میں،
رنگ بھرے ہیں،
رنگین سپنے ہیں،
اُن کی آنکھوں میں۔
وے سجیلے رنگ
بھرنے دو وِشو میں
اہنکاری نہ مان،
اُس میں اپنا ایمان۔
اِن میں بھرے ہیں
ٹیگور، ستیہ جیت رے۔

معمولی

جنھیں ہم
کچھ نہیں سمجھتے،
کوئی بھی
مولیہ نہیں دیتے،
جو بیحد کم
بس
معمولی سے ہوتے ہیں۔
وہ کبھی کبھی
ہمارا سکھ
چھین لیتے ہیں۔
ہمارا سب کچھ
ہر لیتے ہیں۔
بڑے
خطرناک ہوتے ہیں
ویسے چند
معمولی لوگ
جنھیں ہم
بھول سے
معمولی سا
سمجھ
بیٹھتے ہیں۔

رسوئی گھر میں رَچی رَچنائیں

میں اپنی رَچنائیں
اُدِھک تر
رسوئی گھر میں رَچتی ہوں۔
کیونکہ،
جیون کا زیادہ تر حصہ
وہیں پر بتا چکی ہوں۔
وہی گھر کا حصہ،
میرے لیے ٹھیک ہے۔
شاید، نیوجت
کیا ہوا بھی۔
اس ستیہ کو میں نے،
ہردیہ سے سویکارا ہے۔
سبزیاں کاٹتے،
اناج بینتے،
مٹر چھیلتے،
روٹیوں کے گھیرے میں،
بجٹ کے پھیرے میں،
کچھ وِچار،
گیہوں کے ڈِبے میں،
پڑی ڈائری
یا کسی پنّے پر،
کسی بھی رنگ کی،
پین یا پنسل سے،
رگڑ کر
رَچنا تمک سکھ اور سنتوش
بھوگتی ہوں۔
حقیقت میں،
جیتی رہتی ہوں۔
حقیقت پیٹ ہے۔
اُس پیٹ کی بھوک،
لاچاریاں، لڑائیاں، سوچتے
وزن بھول جاتی
قافیہ قید،
بحر بے حال۔
حقیقت کہ،
رسوئی گھر میں، بنی ہوئی
میری رَچناؤں میں،
شکر کی مٹھاس،
مرچ مسالے کا تیکھاپن،
نمک کی نمکینی،
روٹی کا آکار
چاول کی چنچلتا،
دودھ کی شیتلتا،
ہوتی ہے۔
میں اپنی رَچنائیں
اُدِھک تر
رسوئی گھر میں رَچتی ہوں۔

❁❁❁

ہمارے گھر میں
اندھیروں کا راج ہے اب تک ......

کہاں ہے روشنی؟
کہاں رہتی ہے وہ؟
ذرا بھئی ڈھونڈ کے لا۔
ہمارے گھر میں
اندھیروں کا راج ہے،
اب تک
ہاں کبھی کبھی دھندلا سا
احساس ہوتا ہے۔
ایک، اُمید کا جگنو،
دمکتا ہے۔ میری مٹھی میں
تو ہڑ بڑا کے وہ
جگنو بھی بھاگ جاتا ہے۔
اندھیری ہتھیلیوں کو
دیکھ یوں لگتا ہے
ہمارے گھر میں
اندھیروں کا راج ہے
اب تک......
دور سے اک برق
آسماں میں، چمک اُٹھتی ہے،
اک نٹ کھٹ بدری،
کھلکھلا کے ہنستی ہے۔
میرے دل میں کھوئی
اُمنگ بھی جگتی ہے۔
ایسے میں کوئلیا
کہہ اُٹھتی ہے۔
آتنک، جنگ، ہتھیار،
بیماریاں، بدگمانیاں،
یہ سمجھوتے، لاچاریاں
سن کے برق
نٹ کھٹ بدری بھی،
کہہ اُٹھتی ہے،
ہمارے گھر میں
اندھیروں کا راج ہے
اب تک......
اجنتا اور ایلورا کی
مورتیوں کو دیکھا،
کھجوراہو، تاج محل
قطب مینار، دارجلنگ
اوٹی کی وادیاں
کشمیر کی گھاٹی نے،
سدا دی
دھوئیں بارود سے

بھر گئی ہوں میں
گلابوں میں لگے ہیں
خون کے چھینٹے
دل کی دھڑکن
کہہ اُٹھی،
ہمارے گھر میں
اندھیروں کا راج ہے
اب تک......
ماتر بھاشا کو چھوڑ چھوڑ کے
بھارت کی تہذیب
وِدیشی گانے،
سر، تال، ناچ،
ناچا جاتا ہے۔
بوڑھی سی ماوں کو بھی،
چھوڑ آئے ورِدّھاشرم میں۔
بزرگوں کو سنبھالنا
بوجھ جہاں لگتا ہے۔
ہمارے گھر میں
اندھیروں کا راج ہے
اب تک......
عورت کو............
کپڑوں سے محروم کرتے ہیں......
ٹی وی پر
جسم کے ہر انگ کو
دِکھایا جاتا ہے۔
ننھے معصوم بچے
چھوٹی عمر میں ہی
جوان ہو جاتے ہیں
دیکھ - دیکھ............
مٹھیاں بھنچ جاتی ہے
اور دل کہہ اُٹھتا ہے
ہمارے گھر میں
اندھیروں کا راج ہے
اب تک............
میں جب بھی،
خوشی سے جھومتی ہوں
پیٹ بھر کھانا کھا کر
او نگھتی ہوں
روشنی - روشنی، نور - نور
ہوتی ہوں۔
کہیں سے کوئی
دکھیاری آواز آتی ہے
میرے ضمیر کی آواز بھی
شامل ہو جاتی ہے،
ہمارے گھر میں
اندھیروں کا راج ہے
اب تک............

یہ بھیڑ

پنجرے میں بند
شیر کے اوپر،
مونگ پھلیاں
پھینک سکتے ہیں،
یہ بھیڑ!
راستے پر پھسل
گرا جو،
اُس پر،
ہنس سکتے ہیں
یہ بھیڑ!
بھری سبھا میں
دروپدی وستر ہرن
دیکھ سکتی ہے
یہ بھیڑ!

درندہ

کون ہوتا ہے درندہ؟
جو دھوکا، فریب دیتا ہے؟
سارے آتنک وادی؟
سارے راج نیتک؟
جھونپڑپٹی میں رہنے والا
کالیا؟
جو شراب پی پی کر
اپنی بیوی بچوں پر
غصہ نکالتا ہے......
اور چپ چاپ کام کے لیے
روانہ ہو جاتا ہے؟
جیل میں پھانسی کی،
سزا پانے والا،
وہ ہتھیارا؟
کسی گھاٹی......
کسی بیہڑ میں بسنے والا،
کوئی ڈاکو؟

سمگلر؟
کوئی ویشیا؟
کسی ناری کی،
شیل بھنگ میں
چڑھ چڑھ کر حصہ
لینے والا،
کوئی سنیاسی؟
ستریوں کو حاصل
کرنے کے لیے
دھمکانے والا،
فٹ پاتھ پر گہری نیند
سوتے ہوئے کو، کار سے
کچلنے والا؟
کون ہوتا ہے درندہ؟
شبنم طے نہیں کر پاتی
بھول بھلیوں جیسے پرشنوتر میں،
اُلجھ اُلجھ جاتی......۔

مسکان

ایک مسکان،
بانٹنے میں،
کیا حرج ہے؟
تم مسکائیے
سامنے والے کے
ہونٹ،
بربس ہی سہی
مسکرا اُٹھے۔
چاندنی کھل اُٹھی،
اس کے چہرے پر۔
ایک دیپک،
جگمگا اُٹھا۔
اُس کے بھی
ادھروں پر
تمہاری ایک
اکیلی مسکان نے،
انیک مسکانوں کو
جنم دیا......!

❁❁❁

بوُچی

بوچی !!!
اُس معصوم بچی کا
نام ہے۔
جو آٹھ ورش کی ہے۔
جو چار پانچ پرشوں کی
وحشت کا شکار،
بن گئی۔
جن کو وہ معصوم
کاکا، دادا، بھیا، ماما
کہہ کر پکارتی تھی۔
اُن رِشتوں پر
وِشواس رکھتی تھی۔
آج وہ ہاسپٹل میں
آخری سانسیں
گن رہی ہے۔
یہ بھی، اس اَبودھ کو
پتہ نہیں، کہ اُس کا
ننھا سا شریر
چھلنی چھلنی
کیوں ہو گیا؟
وے پرش راکشس
کیوں ہو گئے؟
رِشتوں کو
نہ سمجھنے والی،
اَبودھ عمر میں ہی
تھوکتی، دِھتکارتی
وحشت، واسنا،
دہشت کا شکار
اس نالائق دنیا سے،
وِداع لے رہی ہے۔
ہماری اپنی ایک
ننھی سی بوچی!

❀ ❀ ❀

کون ہوں میں؟

کوئی اگر پوچھتا ہے،
کون ہو تم؟
گھبرا کے ڈائری،
نکالتی ہوں میں۔
اپنا نام اُس میں،
ڈھونڈتی ہوں۔
خود پتا نہیں مجھ کو
یگوں سے یہی
اپنے آپ سے پوچھتی ہوں،
کبھی رادھا، اہلیا
دروپدی اور سیتا تھی
ایسا لگتا ہے......۔
یہ بھرشٹاچار،
یہ نوچ کھسوٹ
دنگے فساد، بلاتکار،
سرحدوں پر بچھتی لاشیں......
دیکھ...... نہیں پاتی،
سننا بھی مشکل

لگتا ہے مجھے!
آنکھوں پر پٹی باندھ لوں
گاندھاری بن جاؤں۔
گر نتھوں والی گاندھاری
پتی ورتا ہونے کے ناطے
آنکھیں ہوتے ہوئے بھی
سورداس بنی رہی۔
میں ایسی سماجک وِشمتاؤں
کو دیکھ کر،
آنکھوں پر پٹی باندھے
جینا چاہ رہی۔
ہاں...... ہاں یاد آیا
میں گاندھاری ہی ہوں۔
کئی صدیوں پہلے
میرے درشٹی کون والی گاندھاری
مہا بھارت گرنتھ سے،
الگ ہے۔
پانڈو پتر، سچ کی راہ پر

چلنے والے......
اسنکھیہ کوروؤں سے......
ستیہ پر جینے کی
سزائیں بھوگ رہے تھے!
اُس سے یہ انیائے
نہیں دیکھا گیا ہوگا،
سو اس نے آنکھوں پر
پٹی باندھ لی ہوگی۔
مجھے اپنے جیسی
وہی گاندھاری لگتی ہے......
اس لیے بار بار
میں آج کا،
دیا ہوا نام
بھول بھول جاتی ہوں،
ڈائری سے دِکھاتی ہوں۔
نہیں دیکھ سکتی
ایسے انیائے۔
'گاندھاری'......یہی
چر پرچت نام ہے میرا......!

❁❁❁

رات والی بھوک

رات کو بھوک
بہت بڑھ جاتی ہے۔
پسلیوں کو،
نوچ نوچ کھاتی ہے۔
جھونپڑی کی چھت
ٹپکتی رہتی ہے،
دور سے خوشبو
گھستی ہے نتھنوں میں
لذیذ کھانے کی......
اور آواز آتی ہے
کسی
پیٹ بھرے ہوئے کے
گانے کی۔
غش آتی جاتی،
نیند نہیں آتی۔
کیا کروں، کیسے جٹاؤں؟
کچھ روپے؟
سارے ڈِبے ہیں خالی
گیہوں، آٹے، چاول دال کے!
ہے رام!! پیٹ میں بھوک
کیوں لگالی؟
دن بھر، پانی پیتا رہا
کسی بھی طرح، جیتا رہا۔
رات کو بھوک،
بہت بڑھ جاتی ہے۔
پسلیوں کو،
نوچ نوچ کھاتی ہے۔

❀❀❀

دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں

آج میں نے تمھیں
وہی کہا بٹیا،
جو میری ماں نے
جب تمہاری عمر کی،
میں تھی تب کہا تھا۔
کل تم میری،
عمر کی ہوگی،
تم یہی سب کچھ،
کہو گی تم
اپنی بیٹی سے۔
یہی ایک دھروہر ہے
ہم لوگوں کے
اَنو بھوں کی،
سماج سے ملی ہوئی۔
آگ میں جل کر
ستی بن کر،
اَپمان سہہ کر،
ظلم دیکھ کر،
چپ چاپ رہنا۔
کچھ بھی نہ کہنا۔
ڈولی میں چڑھنا،
اَرتھی پر،
باہر نکلنا۔
ہش!
چپ!!
کیا کہتی ہو؟
چپ رہ!
کچھ نہ کہہ ......
دیواروں کے بھی،
کان ہوتے ہیں

لمحہ

ہر پل جڑ جڑ کے
ایک انو بھو بن جاتا۔
ہر لمحہ ہمیں
جیون کا کوئی رنگ
دِکھا کے جاتا۔
ہر پل
مون میں رہنے کا
پیغام سکھا کے جاتا۔
کوئی نہ کوئی اَنتر میں،
گیت سنا کے جاتا۔
ہر پل میں
جینا سیکھ رہے ہم،
وہ ایک لمحہ،
بھیانک تھا۔
یہ لمحہ
پیارا پیارا سے،

اس پل کو 'شونیہ'
بنا کے جاتا۔
سکھ دکھ کے،
سنگم کے یہ شن،
پل پل ہے دِکھاتا۔
ہر پل جیون کی،
کوئی
سیکھ سکھا کے جاتا۔
یہ لمحہ تو
میرا اپنا ہے
ایک پیارا سا
سپنا ہے۔
ایک میٹھی مدھر
کلپنا ہے،
یہ لمحہ تو میرا
اپنا ہے۔

جوان مرتیہ

افسوس ہوتا،
سہا نہیں جاتا،
رُلا کے جاتا۔
جوان مرتیہ والا گھر۔
کون، کس کو،
دلاسہ دے؟
کون کس کی،
لے خبر؟
ہر سدسیہ،
لیے گھومتا ہے،
اپنے ہی،
غموں کا قبر۔
زندگی میں بھی،
کسی کی،
کوئی جوان اِچھا،
مر جاتی ہیں تو......
کیا دے گا کوئی
کسی اور کو
دلاسہ؟
کون پوچھے
کسی کے آنسو؟
ماتم مناتا رہتا ہے۔
سوگوار سا ہوتا ہے،
اپنی ہی دیکھ کر
مَرتی حسرتیں،
جوان خوابوں کی موت۔
آ، میں تمھیں،
ساتونا دوں۔
تم تھوڑی سی،
مجھے دے دو۔
بہت کچھ کھو دیا،
ہم لوگوں نے،
جو کچھ کھویا،
اس کے لیے بہت رویا۔
آ......
زخموں پر مرہم،
لگا دیں۔
تھوڑے سے لمحوں،
کے لیے
اک غم کو بھگا دیں۔

اُف!!

لمبی بے ہوشی کے بعد
ہوش میں آ رہا ہے،
ٹھیک ہو رہا ہے،
سوستھ ہو رہا ہے،
اب......
پھر اُسے،
بھولا ہوا درد،
یاد آئے گا۔
پچھتائے گا، سسکے گا
دوبارہ......
غم کے اندھیروں میں
گھر جائے گا
بھولے ہوئے زخموں کی
خبر جب ملے گی
پھر غم کی،
منحوس پرچھائیوں میں
گم ہو جائے گا۔
آدھی اُبھری، مونچھوں والا
لڑکا سا
وہ ایک فوجی۔
اپنی دونوں
کٹی ٹانگوں کا احساس
اپنی
آنکھوں کے چراغوں کے
بجھنے کا احساس
جب وہ پائے گا۔
سوستھ ہو رہا ہے وہ۔
ہوش میں آ رہا ہے وہ۔
ٹھیک ہو رہا ہے وہ۔
ایک جوان فوجی
اُف!!!

❁ ❁ ❁

ٹھکانا

اِس دِل کو میں نے،
درد کا ٹھکانہ
بنا دیا۔
اُس درد میں،
دنیا بھر کا درد،
سما دیا۔
ٹیس اُٹھتی ہے
انیایہ اور استیہ
دیکھ کر
اِس دل کو
حقیقتوں کا زہر
پینے کے قابل
بنا دیا۔

اِس دل میں
تمہاری محبت ہی
کافی نہیں
اے دوست!
اس کو تو میں نے
عبادت کا،
ٹھکانہ بنا دیا۔

❋ ❋ ❋

وجود

ساگر کی گونج سن کر
لہرے تلملا اُٹھیں
سر ٹکرا کے
ساحل سے
وہ بوکھلا اُٹھیں۔
لہروں کا
کھیل ہے عجیب
کھینچتی، ڈھکیلتی
نوچتی رہتیں۔
اُس کھینچا تانی میں
وہ انسان
گھس کیوں جاتا ہے؟
سوچتی رہتی
شاید کوئی لمحہ
الگ ہو
اس گھسی پٹی
زندگی سے
جو بھول سے کوئی لمحہ
بدلنے ہی نہیں دیتا
اُس پل کا
سواد چکھنے
وہ شخص
لہروں کے بیچ
بار بار جاتا
اُس بدلتے ہوئے لمحہ کا
سواد چکھ آتا
اُسے بھاتا!
اِن پاگل لہروں کی تو
عادت ہے،
بھینچنا، کھینچنا، چھوڑنا
جھک جھورنا۔
جھنجھوڑتی لہروں میں
بھلا چلا کیوں
جاتا کوئی؟
اِن سرپھری
لہروں کا شکار
کیوں بن جاتا ہے کوئی؟
شاید کچھ اَنجانے سے،
انوبھو کے لمحوں کے
موہ میں،
اپنے ہی وجود کو
پسواتا کوئی
اُن مست ملنگ
لہروں سے،
مست ملنگ
لہروں سے......!

سکھ

کیوں ڈھونڈے گوری کی
کجراری آنکھوں میں ؟
بادل کے رَس
برساتی بوندوں میں ؟
جھر جھر جھرنے میں،
سر سر ندی میں
جھنگروں کی جھنگاروں میں۔
نوپور کی رُن جھن میں
پرکرتی کے کن کن میں
کسی کے نسوار تھ پیار میں۔
کھوجیں من کے، کونوں میں
پرکرتی کے مون میں،
گیتوں کے گنجاروں میں،
بچوں کی مسکانوں میں،
شرمک کے تھکانوں میں،
لہلہاتی کھلیانوں میں،
شاید!
شاید نہیں پکا ہی
سکھ ہے اپنے بھیتر
کسی دوسری وستو میں
کسی کے آدھارِت،
آشرِت کداپی ہی نہیں۔
بار بار ہی یہی ہے لگتا،
ایسا مجھے آبھاس ہے ہوتا......

❋ ❋ ❋

روز

منزلیں ختم نہیں ہوئیں
ہر روز ایک نئی
منزل
بناتی رہتی ہوں میں۔
جینے کا شوق،
مَرا نہیں دوست
جینے کے حسین بہانے
بناتی رہتی ہوں میں۔
اب تو دل کی عمر،
نادان بچے جیسی ہے،
بڑھتی عمر کے ساتھ،
شاید اور ہی
ننھی سی
ہوئی جارہی ہوں میں۔
بدن بیمار، بوڑھا،
بے بس، بے کار
ہوتا جارہا ہے۔
روح کی عمر تو
ایک سی رہتی ہے
من کی طاقت
بڑھتی جاتی ہے۔
سیکھنے کی کیا
بات کروں،
میرے او ہمراز!

ہر دن نیا
سبق سا لگتا ہے۔
مجھے ہر اِنسان
ہر چیز سے
کچھ نہ کچھ
سیکھنے کو
ملتا رہتا ہے۔
نہ جانے کون سے
اَنجانے، اَنگنت،
لوگوں کے لیے
میرا من
سلگتا رہتا ہے۔
اُن غموں کو
کاغذ پہ اُتارتے وقت
رات بھر میرا قلم
سسکتا رہتا ہے،
دل کے زخموں سے
لہو رِستا رہتا ہے۔
لاکھ قسمیں کھاتی ہوں
روز کسی کے
غم میں،
میرا دل
اے شبنم!
پگھلتا رہتا ہے!